حقوق العباد کی اہمیت

مسلمانوں نے دنیا اور آخرت یا عبادات اور معاملات کی ترتیب کو نہ سمجھا اور عبادات پر زور دے کر حقوق عباد یا معاملات کو بے اثر بنا دیا۔ اس یک رُخے پن نے نظامِ زندگی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے!

عبادات میں فرشتے اور معاملات میں شیطان — اس جوڑ کے لیے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں — یہ واقعہ ہمارے مشاہدہ میں آچکا ہے کہ جب ایک نمازی کو معاملات پر ٹوکا گیا تو کہا گیا کہ نماز اپنی جگہ ہے اور دوسروں کی حق تلفی اپنی جگہ! کیا جو شخص کسی کی حق تلفی کرتا ہے تو کیا وہ نماز ترک کر دے؟ یہ سن کر عام ذہنیت کا اندازہ ہوا کہ حقوق الٰہی اور حقوق العباد کا رشتہ توڑ دیا گیا۔ پھر یہ بات کون سمجھے گا، کہ حقوق عباد حقوق الٰہی پر مقدم ہیں ورنہ عبادات کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور بندوں کی حق تلفی سے عبادات کا رنگ اُڑ جاتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبادات اور معاملات میں یہی ترتیب قائم کی، فرماتے ہیں:-

"تم کسی کی نماز اور روزہ کی طرف نہ دیکھو، یہ دیکھو کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ تو نہیں بولتا، کسی کی امانت میں خیانت تو نہیں کرتا اور جب وہ بازار میں کاروبار کرتا ہے تو اس کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟"

سیرت عمرؓ لابن جوزیؒ ——— (ماخوذ)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

کھانے اور بول وبراز کے تقاضہ کے وقت نماز کی ادائیگی

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی للّٰہ تعالیٰ علیہ و الہٖ و اصحابہٖ وسلم یَقُوْلُ لَا صَلٰوۃَ بِحَضْرَۃِ طَعَامٍ وَ لَا وَھُوَ یُدَافِعُہُ الْاَخْبَثَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ کھانے کے موجود ہونے کے وقت نماز (کامل) نہیں ہوتی اور ایسے ہی دو خبیث چیزوں (بول و براز) کی حاجت کے وقت! (مسلم)

عبادات میں نماز کی جتنی کچھ اہمیت ہے وہ ایک امر معلوم ہے۔ حضور علیہ السلام نے اسے "عماد الدین" ارشاد فرمایا ہے اور فرمایا کہ اس کے قیام پر دین اسلام کے قیام کا دارومدار ہے ورنہ دین باقی نہیں رہے گا۔

ہر عبادت کی ادائیگی کا کوئی طریقہ ہے اور اس کے کچھ آداب و احکام ہیں مثلاً روزہ ہے تو ایک بالغ مسلمان کے لیے طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور خواہشات سے رُک رہنے کا نام ہے لیکن اس کے آداب میں اپنے آپ کو غیبت، چغلی، بدنیتی، بدنظری جیسے رذائل سے بچانا ہے وغیرہ ذالک

اسی طرح نماز کے اوقات ہیں۔ اس کے آداب و احکام ہیں اس کے ارکان و شرائط ہیں، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے ان تمام چیزوں کو الگ الگ وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ فجر کی دو رکعت سنت ۲ فرض، ظہر کی ۴ رکعت سنت ۴ فرض پھر ۲ سنت، عصر کی ۴ سنت غیر مؤکدہ ۴ فرض، مغرب کے تین فرض ۲ سنت، عشاء کی ۴ سنت غیر مؤکدہ ۴ فرض ۲ سنت اور تین وتر ہیں۔ ہر نماز کے اوقات کی حد مقرر فرمائی۔ نماز کے لیے جگہ، کپڑوں اور جسم کی پاکیزگی کو لازمی قرار دیا۔ استقبال قبلہ اور تصحیح نیّت کی تاکید فرمائی، قیام و قرأت اور رکوع و سجدہ نیز قعدہ کو اس کے ارکان بتلایا قرأت کی مقدار، رکوع و سجود کی تسبیحات ارشاد فرمائیں وغیرہ ذالک۔

اسی طرح اس حدیث میں بعض آداب ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب کھانا موجود ہو تو پہلے کھانا کھا لو پھر نماز پڑھو اس کی وجہ حدیث کی مشہور کتاب مسلم جس کی یہ روایت ہے کے شارح علامہ نووی قدس سرہٗ نے لکھی کہ "بہتر یہ ہے کھانا نماز ہو جائے لیکن نماز کھانا نہ بنے"

یعنی اگر کھانا موجود ہے اس کی خواہش بھی ہے اور آدمی نے نماز شروع کر دی تو نماز میں مسلسل دھیان کھانے کی طرف رہے گا اور اس طرح نماز کھانا بن جائے گی۔ اور اگر یہ سوچا کہ جلدی سے کھانا نمٹا کر نماز پڑھوں گا تو

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

جلد ۲۵ ❊ شمارہ ۵۱
۶ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ ❊ ۲۰ جون ۱۹۸۰ء

استحکامِ پاکستان

ناگزیر تقاضے

حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ نے ایک عرصہ قبل انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں خان عبدالقیوم خان کی زیر صدارت "استحکامِ پاکستان" کے عنوان پر خطاب فرمایا تھا۔

ایک فقیر و درویش کی یہ تقریر آج بھی اسلامیانِ پاکستان کے لیے مشعلِ راہ ہے اس تقریر میں آپ نے بانی پاکستان کے ایک خط کا اقتباس نقل فرمایا تھا جو انہوں نے مسٹر گاندھی کے نام لکھا تھا۔—— اس خط میں بانی پاکستان نے لکھا:۔

"قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امورِ حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، دنیوی زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک ہر فعل و قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔"

اس اقتباس کا خیال ہمیں صدرِ پاکستان کے ان خیالات کو پڑھنے کے بعد آیا جس کا انہوں نے ملتان میں حال ہی میں اظہار کیا ہے۔ انہوں نے اسلامی روایات کی روشنی میں "سیاسی ڈھانچہ" مرتب کرنے کی بات کی ہے جو اپنی جگہ اہم ہے لیکن سوال یہ ہے کہ محض سیاسی ڈھانچہ کے مرتب کرنے کے لیے یہ اہتمام کیوں؟ بھٹو صاحب نے اپنے دورِ اقتدار میں "مذہبی امور" کی

اس شمارے میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ

مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری
مدیر : محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰ روپے ❊ ششماہی -/۳۰ روپے
	سہ ماہی -/۱۵ روپے ❊ فی پرچہ ۵۰/۱ روپیہ

پبلشر مولانا عبیداللہ انور

وزارت تشکیل دی تو خدام الدین کے ادارتی صفحات میں اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ عرض کیا گیا تھا کہ یہ اسلام کی خدمت نہیں بلکہ اس کے خلاف سازش ہے چند امور کو مذہبی وزارت کے حلقۂ اثر میں دے کر باقی تمام معاملات کو یوں نظر انداز کر دینا اسلام کے مکمل عادلانہ نظام ہونے کے عقیدہ کی نفی ہے

اسلام ایک نظام حیات ہونے کے نقطۂ نظر سے ایک اکائی تھا اکائی ہے اور اکائی رہے گا۔ اس میں اس طرح کا عنوان و انداز اختیار کرنا کسی طرح بھی درست اور صحیح نہیں۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو ایک نعرہ کے طور پر استعمال کیا اور خوب کیا نعرہ کی بنیاد پر ملک کی تقسیم ہوئی اور پاکستان معرض وجود میں آ گیا اور پھر ہر کسی نے اپنی کرسی کے تحفظ و بقار کی خاطر اسلام کو بطور ڈھال استعمال کیا لیکن اس کے عملی نفاذ کے لیے کوئی سنجیدہ ٹھوس اور مخلصانہ کوشش نہیں کی گئی اگر کبھی اس سمت قدم اٹھایا بھی تو کسی ایک آدھ جزو کے طور پر اور بس۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی پذیرائی نہ ہوئی اور مزید رسوائیاں ہمارے مقدر میں آئیں۔

ابھی موجودہ حکومت نے شرعی سزاؤں کو نافذ کیا لیکن سارے نظام کی اصلاح و درستگی کے بغیر محض سزاؤں اور تعزیری قوانین کا نفاذ کوئی معنی نہیں رکھتا اور جہاں عدلیہ میں پہلے ہی دو عملی ہو وہاں اسے سہ عملی کا رنگ دے دینا اور ہی مضحکہ خیز ہے اور اس کے نتائج ہم دیکھ چکے ہیں۔

ہماری درخواست یہ ہے کہ "شوقیہ سیاست بازی" کے رسیا حضرات کی تسکین کے لیے سیاسی ڈھانچہ کی زیادہ فکر کرنے کی بجائے پورے نظام کے اصلاح کی فکر کی جائے۔ اگر ایک منٹ کے لیے آپ نے کوئی بڑا ہی خوبصورت سیاسی ڈھانچہ بنا بھی لیا تو وہ ناکامی پر منتج ہو گا۔ کیونکہ کوئی سیاسی ڈھانچہ خلا میں معلق ہو کر اثر نہیں دکھائے گا۔ تعلیم، معیشت وغیرہ شعبہ ہائے حیات اس کے ساتھ مربوط ہوں گے اور وہ ان سے! جب تعلیم و معیشت کے وہی فرسودہ طور طریقے ہوں گے تو آپ کیا توقع رکھتے ہیں کہ آپ کا سیاسی ڈھانچہ کامیاب ہو جائیگا۔

ہم صدر صاحب کے خلوص پر شبہ کیے بغیر درخواست کریں گے کہ دنیا میں تصحیح نیت کے بعد صحیح عمل ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ آپ کی نیت کتنی ہی درست ہو جب تک عمل کی لائن واضح اور متعین نہ ہو گی اس وقت تک بات نہیں بنے گی۔

حکومت کے ساتھ اس موقف پر اہل علم و دانش کی جو ذمہ داریاں ہیں اُن پر ہم تفصیلی گفتگو آئندہ ہفتہ کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

علی

چینی کا بحران

اس وقت بہت سی چیزوں کے ساتھ چینی بھی ایک مسئلہ بن چکی ہے۔ ملک میں ان گنت ملوں کی موجودگی میں ایسا کیوں ہے؟ ہماری بھی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ راشن ڈپوؤں سے محدود مقدار میں جو چینی ملتی ہے وہ جائز اور واجبی ضروریات کے لیے بھی ناکافی ہے اور پھر شہری و دیہاتی کی تفریق بالکل بے معنی ہے۔ دیہاتی ملک کی زیادہ خدمت کرتے ہیں ان کا زیادہ حق ہے چہ جائیکہ انہیں شہریوں کے برابر بھی چینی نہ ملے۔

آج شہر کے ہر حصہ میں ۱۵/۱۶ روپے بلیک میں چینی

(باقی ۳۳ پر)

نقطۂ نظر

نور محمد ھالی

تاریخی غلط فہمی

وطنِ عزیز میں قومی معاشرتی زندگی کی تعمیرِ نو کے لئے مارشل لاء حکام کے عائد کردہ قواعد و ضوابط کا پوری طرح احترام اور احساس کرتے ہوئے ہم صدر مملکت جنرل محمد ضیاءالحق کے ان خیالات کی روشنی میں جو انہوں نے نظام حکومت کو اسلامی طریقہ پر استوار کرنے کے لئے مدیران جرائد کو خطاب کے دوران پیش فرمائے، اقوام عالم اور قدیم و جدید فلسفۂ تہذیب و تمدن کے مطالعہ کے پیش نظر اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق اپنا نقطۂ نظر پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اس بات پر تاریخ تمدن گواہ ہے کہ جن قوموں نے اپنی انفرادی اور اجتماعی معاشرتی زندگی کو ایک مربوط اور ہمہ گیر فلسفۂ حیات کے مطابق استوار کرتے ہوئے منزل کی طرف قدم اٹھایا وہ — بالآخر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوئیں، علمائے تمدن و عمرانیات پر یہ بات واضح ہے کہ کسی بھی تمدن میں تمدنی قوت معاشرے کے حال و مستقبل کے سنوارنے میں اسی وقت بروئے کار آتی ہے جب تمدن کی حیثیت اس کے متشکل تمام اداروں کے فعال ہونے کے باوجود حقیقت لاینجزی قرار دی جائے یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ قومی زندگی کے بنیادی تصور و نظریہ حیات پر استوار شدہ تمام اداروں کی باہم ترتیب و تنظیم ہی تمدن کہلاتی ہے اور ان اداروں کے فعال کردار کو تمدنی قوت مانا گیا ہے اس کے باوجود یہ ادارے بذاتہٖ مستقل اکائی قرار نہیں دیئے جاتے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے گو کہ بظاہر یہ مستقل نظر آتے ہیں

اسی طرح ہمارا تمدن بھی ایک وجود و تاریخ رکھتا ہے جو ظاہر ہے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہماری ناکامی کے بعد غیر اسلامی طاقتوں نے ہم پر بزور مسلط کیا، اگست ۱۹۴۷ء میں ہمیں آزادی تو حاصل ہوگئی، مگر ہم نے اس آزادی کو محض رسمی حد تک استعمال کیا، حقیقی آزادی — قومی معاشرتی زندگی میں اسلام کو ایک تمدنی قوت سے بروئے کار لانا، ہم سے نہ ہو سکا — نتیجہ واضح ہے کہ موجودہ تمدن اول دن سے ہی ہماری انفرادی اور قومی زندگی کو اندر اور باہر سے دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے اور ہم آزادی کے بعد بھی قومی و معاشرتی زندگی میں غیر ملکی آقاؤں کی عطا کردہ لائنوں پر چل کر خود اپنوں ہی کے ہاتھوں تباہی کے مہیب گڑھوں میں گر گئے اور افواج پاکستان کو مملکتی بندوبست اپنے ہاتھوں لینا پڑا، اگر یہ محض ایک واقعہ ہوتا تو کسی انسانی کمزوری پر محمول کیا جا سکتا مگر یہاں تو یہ رسم اتنی پختہ ہوگئی کہ افواج پاکستان کو تین دفعہ، عوام کی حالت بہتر بنانے کے لئے، اضافی ذمہ داریاں اپنے کندھوں پر لینا پڑیں، اور اب صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ جنرل محمد ضیاءالحق کو حالات و واقعات کے تجزیہ کی روشنی میں یہ کہنا پڑا کہ مملکت شاید ہی چوتھے مارشل لاء کی متحمل ہو سکے۔

ہمارا عرض مدعا یہ ہے کہ مستقبل کے لئے کوئی قدم اٹھانے سے پہلے ماضی کی مہلک غلطیوں کو پیش نظر رکھا جائے اس وقت ہم پوری وضاحت کے ساتھ موجودہ تمدن کے قائم شدہ تمام اداروں کی ہیئت ساخت افعال، کردار، اور نتائج پر اس تمدن کے بنیادی و مرکزی فلسفہ حیات کی روشنی میں جائزہ نہیں لے سکتے تاآنکہ مارشل لاء حکام سے اس بات کی اجازت حاصل نہ ہو سکے، مگر سردست صدر پاکستان کا یہ فرمان، ہم انتخابات کے قائل ہیں اور انتخابات ہونے چاہئیں لیکن اس مقصد کے لئے اسلامی نظریہ حکومت ضروری ہے

اس ضمن میں اگر موجودہ حالات اجازت
دیں اور نظام حکومت کے بارے میں
قومی سطح پر بحث شروع کی جائے اور
یہ جائزہ لیا جائے کہ جو نظام حکومت
گذشتہ ۴۳ سال سے پاکستان میں
چل رہا ہے وہ کس حد تک غیر اسلامی ہے
اور اسے کس طرح اسلامی بنایا جا سکتا ہے
اس بات کا غماز ہے کہ جنرل صاحب
اسلامی نظام حیات کو کلی طور پر معاشرہ
میں نافذ کرنے اور تمام ممکنہ قوتوں کو
زندگی کی درخشندگی و تابندگی کے لئے مصروف
عمل دیکھنے میں (واشرقت الارض
بنور ربہا) کسی بھی مسلمان سے نہ زیادہ
اور نہ کم ذوق و شوق اور ارادہ رکھتے
ہیں، اس منصب پر متمکن ہونے کے باوجود
دین اسلام کے لئے ایسی تڑپ اور ولولہ
رکھنے پر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے جا اجر عظیم
عطا فرمائے گا وہ اللہ کے یہاں یقیناً بڑی
وقعت رکھتا ہے، مگر اس وقت وہ ایک
ایسی مملکت کے سربراہ اور حاکم ہیں، "جو
پوری دنیائے عالم میں اقوام عالم کے اجتماع
کے موقعہ پر سب سے بڑا وقار اور شرف
عطا ہونے والا ہے کہ اس مملکت کا سربراہ
تاریخ اقوام عالم میں پہلی مرتبہ واحد نظریہ
حیات رکھنے والی سو بلین آبادی کے
نمائندہ کی حیثیت سے خطاب کریگا
اس وجد آفریں کے ساتھ ساتھ کہ کاش
یہ سو بلین آبادی ایک منظم قوم ہوتی
—— خیر یہ الگ کہانی ہے،، جہاں
نیت اور ارادے کے ساتھ ساتھ عمل
اور —— مسلسل عمل کی انتہائی ضرورت
پڑتی ہے،

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

نیک ارادوں کے ساتھ عمل کی جو روش
اس ملک کی مختصر سی تاریخ میں
عمرانیات اور تمدن کے طالب علم کو
ملتی ہے وہ حد درجہ تشویشناک ہے
کہ جب بھی تمدنی اداروں کو اسلامی
فکر کے مطابق ڈھالنے کی کوشش
میں کمیشن بٹھائے گئے یا کانفرنسوں
اور بحثوں کا آغاز کیا گیا تو بدقسمتی سے
نتائج کبھی بھی خاطر خواہ نہ نکلے اس
کی بڑی واضح اور اہم مثال مرحوم صدر
محمد ایوب خان کا "عہد مامونی" ہے
جس میں عرب، افریقہ، یورپ، وسط
ایشیا اور نہ جانے کہاں کہاں سے عالم
اور دانشور اکٹھے کئے گئے جس کی اس
ملک کے صدر اول و آخر میں نظیر بڑی
مشکل سے ملے گی،،
مگر جیسا کہ عرض کیا گیا ابتداء میں ہی بنیادی
فکری خرابی مضمر تھی، لہذا نتائج ہمیشہ
صفر رہے، بلکہ بعض اوقات معکوس
نتائج کے ساتھ ساتھ اسی تمدن کے
دیگر اداروں جن میں معیشت، تعلیم
اور سیاست کو اہم دخل حاصل تھا، افواج
کو ملکی نظم و نسق سنبھالنا پڑا،
اس وقت بھی تمدن کے صرف ایک ادارہ
نظام حکومت کو اسلامی نظریہ کے مطابق
استوار کرنے کی کوششیں بے سود نظر
آتی ہیں کیونکہ اب بھی قومی خرابی کی
تشخیص میں تمدنی اداروں کو الگ الگ اور
مستقل یونٹ قرار دیکر علاج و معالجہ کا
طریق اپنایا جا رہا ہے اس وقت موجودہ
تمدن اور اس کے اداروں کو ایک جامع
اور مربوط اسلامی تمدنی ڈھانچہ
(comprehensive Islamic
Social Structure)
مرتب کیا جائے جس میں بندوبست اراضی سے
لیکر بیوروکریسی، افواج، سیاسی ہیئت،
معیشت وغیرہ سبھی کچھ شامل ہیں
(موجودہ نظام معیشت جو اپنی تمام قومی
اور بین الاقوامی پیچیدگیوں اور باریکیوں
کے باوجود ہم پر مسلط ہے اس کے بجائے
ایک آزاد، فعال، منفعت بخش اور خوف
الٰہی سے مربوط نظام معیشت و تجارت
استوار کر کے اپنی حقیقی آزادی کا ملی و
تمدنی ثبوت پیش کر سکیں تاریخ ہم
سے نظری طور پر ۱۹۳۰ اور عملاً ۱۹۴۷ اور
سے یہ ثبوت فراہم کرنے کا تقاضا کر رہی
ہے) اپنے اسلامی تمدن اور اسکے تمام
اداروں کی ہیئت و ساخت افعال و کردار
اور نتائج پر اور ان کے باہم ہمہ گیر اور
مربوط تعاون پر مبنی معلومات کی درس
و تدریس اسلامی تعلیم کے لانے کی حقدار
ہوگی، موجودہ تمدن کے قیام اور تمدنی
معلومات کے ساتھ ساتھ اگر اسلامیات
اور مطالعہ پاکستان کو سکولوں کالجوں
اور بعض اوقات یونیورسٹیوں تک
میں لازمی قرار دے لینے سے یا پرائمری
کلاسز سکولوں کے علاوہ مساجد میں
کھولنے سے یہ نظام تعلیم نہ تو اسلامی بنایا

(باقی ص ۲۳ پر)

علم وسیلہ نہیں مقصد ہے

شیخِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

محترم حضرات! انسان پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس نعمت کا فیضان فرمایا وہ علم کی نعمت ہے۔ علیم و خبیر آقا نے اپنے سب سے پہلے بندے حضرت آدم علیہ السلام کو مختلف اشیاء کے نام اور ان کی خصوصیات سے آگاہ فرمایا اور فرشتوں کے مقابلہ میں اسی خداداد نعمت کے بل بوتے پر انہیں کامیابی نصیب ہوئی اور انہیں مسجودِ ملائکہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ سلسلہ رسالت کی آخری کڑی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم تھے آپ کے فرائضِ نبوت میں کتاب و حکمت کی تعلیم کا قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر ہے۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان میں سے اہل علم کے درجات کی بلندی کا وعدہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ اہل علم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے حقیقی معنوں میں وہی ڈرتے ہیں جو دولتِ علم سے مالا مال ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ آپ نے مکہ معظمہ کے دورِ ابتلاء میں علمی مشعل روشن رکھی اور مدینہ طیبہ تشریف لے جانے کے بعد اقامتی تعلیم گاہ کے طور پر مسجدِ نبویؐ کا ایک حصہ متعین فرمایا جسے "صفہ" کا نام دیا گیا اور یہاں سینکڑوں طلباء نے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اپنے ظاہر و باطن کو علم و احسان سے آراستہ و پیراستہ کر کے اعلائے کلمۃ الحق اور نشر و اشاعت دین کی خاطر کائنات میں پھیل گئے لیکن اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمانوں کی علم و تعلیم کے معاملہ میں یہ جد و جہد اس لیے تھی کہ انہیں علم سے کچھ حاصل ہو جائے گا، عہدہ و منصب نصیب ہو گا یا دنیوی ترقی کے دروازے کھلیں گے، نہیں، واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ علم کے میدان میں جو کاوشیں کیں وہ اس لیے کہ ان کے نزدیک علم مقصد تھا وسیلہ نہیں تھا۔ مسلمان قوم کی یہی سب سے بڑی خوبی تھی جو بحمد اللہ اب تک کسی نہ کسی طرح باقی ہے حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم کہ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اسی چیز کا حصول فرض ہوتا ہے جو مقصد ہو۔ ہمارے اکابر و اسلاف کی تاریخ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انہوں نے علمی خدمات کے ساتھ معاش کے لیے الگ سے جد و جہد کی اور اس طرح اپنے عمل سے دنیا پر ثابت کیا کہ علم مقصد ہے نہ کہ وسیلہ۔

ہمارے امام و مقتدا حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کپڑے

کاروبار کرتے اور علم و تدریس اور فقہ و افتاء کا سارا کام لوجہ اللہ کرتے بلکہ اَن گنت طلباء ان کی فیاضی سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت امام کرخی قدس سرہٗ کے متعلق منقول ہے کہ وہ کرخ کے بازاروں میں ٹوٹے ہوئے جوتے مرمت کرکے معاش کی فکر کرتے۔ اس سے معاش کا دھندا چلتا تو ساتھ ہی ساتھ محنت و ریاضت سے نفرت کرنے والوں کے منہ پر طمانچہ پڑتا۔ اب تو حالت یہ ہے کہ لوگوں نے محنتی اور کام کرنے والی اقوام کو پنچ اور کمین سمجھنا شروع کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہ عقل کے کوڑھی اس بات کو نہیں سمجھتے کہ اللہ کے نبی بکریاں چراتے، درزی کا کام کرتے، لوہار کا کرتے اور ہر قسم کی محنت بجا لاتے۔ خود سرورِ کائنات علیہ السلام نے گھر میں جھاڑو پھیرا، بکری کا دودھ دوہا، اپنا جوتا سیا اور اپنے کپڑوں کو پیوند لگائے۔ حضرت امام حلوائی رحمہ اللہ تعالیٰ اتنے بڑے انسان ہیں کہ دنیا انہیں شمس الائمہ کہتی ہے لیکن وہ حلوائی تھے کہ علم کی خدمت اپنی جگہ ہو رہی ہے اور اس طرح معاش کا کاروبار چل رہا تھا۔ یہ اسلاف کے قدیم تذکروں کی باتیں ہیں اس دور میں ایسے حضرات کی کمی نہ تھی جن کے نزدیک علم کی وہ اہمیت مسلّم تھی ہمیں یاد نہیں پڑتا کہ ہمارے حضرت لاہوری قدس سرہٗ نے کبھی کسی تبلیغی سفر میں کرایہ لیا ہو، امامت و خطابت کی تنخواہ لی ہو یا نکاح و جنازہ پر کوئی خدمت قبول کی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ فقہاء نے حالاتِ زمانہ کے پیشِ نظر دینی مقاصد اور دینی خدمات کے پیشِ نظر امامت و خطابت اور تدریس کی تنخواہ جائز قرار دی ہے لیکن اس فتویٰ جواز کا یہ معنی تو نہیں کہ لوگ ہاگ دنیا میں علم فروشی کا دھندا شروع کر دیں۔ آج یہ روایت عالمگیر ہوتی چلی جا رہی ہے کہ لوگ علم کے ساتھ ساتھ دنیوی آسائشوں کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔ پھر اس راہ میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز ختم کرکے بیٹھ جاتے ہیں اور علم کو زخارفِ دنیوی کا باعث بنا کر دنیا میں فساد اور اخروی بربادی کا باعث بنتے ہیں۔

اس مجلس کے موقع پر یہ نصائح اس لیے ہوتی ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کریں۔ آج کی صحبت میں یہ درخواست اس لیے کی گئی کہ معاشرہ جو بے راہروی کا شکار ہے۔ اس میں اربابِ علم کا سرمایہ خلوص سے تہی دامن ہونا بھی شامل ہے۔ اگر قریبی دور کے اربابِ صدق و صفا ولی اللّٰہی خاندان کے نورِ نظر اور پھر اس خاندان کے روحانی و معنوی فرزند حضرات علماء دیوبند کی طرح علم کی اہمیت و عظمت ہمارے دل میں رچ بس جائے تو اس کی برکت سے اللہ رب العزت ہماری ہر ضرورت کو پورا کریں گے اور ہم علم فروشی کی تہمت سے بچ کر دنیا میں کوئی کام کرنے اور آخرت میں سرخرو ہونے کے قابل ہو سکیں گے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے علم کی سچی اور بے لوث خدمت کے جذبہ سے ہمیں سرفراز فرمائے۔ آمین۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : فاروقی

معراجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کمالاتِ نبوّت کی انتہا کا نام ہے!

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی؛ امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم؛ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی الذی بٰرکنا حولہ لنریہ من اٰیٰتنا انہ ھو السمیع البصیر۔ صدق اللہ العظیم۔

برادرانِ محترم! اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ نے اپنے پیارے نبی امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیّبہ کے ایک انتہائی اہم اور مشہور سفر کا تذکرہ فرمایا ہے جسے حدیث کے الفاظ میں معراج سے تعبیر کیا گیا ہے، محدثین کے نزدیک اس اہم سفر کے دو حصوں میں سے مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصٰی تک کے سفر کو اسرٰی اور مسجد اقصٰی سے سدرۃ المنتہٰی بلکہ اس سے بھی اوپر کے سفر کو معراج کہتے ہیں جس کا ذکر سورۃ النجم میں موجود ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے اس معجزانہ سفر کی جو تفصیلات سامنے آتی ہیں ان کے مطابق یہ واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے دسویں سال پیش آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا یہ ایسا وقت تھا کہ جب آپ پر ہر طرف سے رنج و غم اور پریشانیوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے کہ تبلیغ دین اور دعوت الی اللہ کے صلے میں مکّہ کے مشرک سرداروں کی طرف سے مختلف قسم کی ایذا رسانیوں سے دوچار ہو چکے تھے آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے گھر میں اور چہرۂ انور پر کوڑا کرکٹ پھینکا گیا۔ پتھروں سے صحن کعبہ میں زخمی کیا گیا۔ آپ جب توحید کی تبلیغ اور بیت اللہ میں حاضری کے لیے گھر سے باہر نکلتے تو مشرک آپ پر آوازے کستے، مذاق اڑاتے، گالیاں دیتے غربت و یتیمی کا طعنہ دے کر تمسخر کرتے اور آپ کو ذہنی و جسمانی تکلیف پہنچانے کا ہر ممکن حربہ استعمال کرتے۔ اسی طرح آپ پر ایمان قبول کرنے والوں کو شدید سزائیں دیتے کہ انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے۔ اسی دوران جب آپ اور آپ کے رشتہ داروں اور صحابہ کرامؓ کا مقاطعہ کیا گیا تو آپ نے اپنے رفقاء سمیت تین سال کا طویل عرصہ شعب بنی ھاشم میں اس طرح گذارا کہ آپ اور صحابہؓ کو درختوں

کے پتّے، گھاس اور کئی دفعہ چمڑے کے ٹکڑے پیس کر کھانے پڑے۔ بچے بھوک اور پیاس سے تڑپتے تو ان کے رونے کی آوازیں دور تک سنائی دیتیں جو آپؐ کو بے قرار کر دیتیں ــــ ان مصائب و آلام کے باوجود آپؐ کے صبر و استقلال کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کلمۂ شکایت لب پہ لائے بغیر حرمت کے مہینوں میں گھاٹی سے اُتر کر کلمۂ توحید کے قبول کرنے کی دعوت لے کر تبلیغ دین کا فریضۂ رسالت ادا فرماتے۔ اس حالت میں بھی ابولہب صبح سے شام تک آپؐ کے پیچھے پھرتا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا "لوگو! یہ دیوانہ ہے اس کی بات نہ سننا۔ جو کوئی اس کی بات سُنے گا اور مانے گا تباہ ہو جائے گا۔"

اس نوعیت کے ان گنت مظالم کے باوجود نبوّت کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور آپؐ برابر مکّہ کے لوگوں کو ابدی فلاح و کامیابی کی طرف دعوت دیتے رہے۔

دو عظیم حادثے

ابھی شاید آپؐ کو صبر و استقلال کا مزید امتحان باقی تھا کہ تین سالہ قید کے ختم ہونے پر جب آپؐ اپنے گھر میں تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب کی وفات کا سانحہ پیش آیا جو آخری وقت تک بدقسمتی سے مسلمان نہ ہو سکے لیکن آپؐ کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ آپؐ پر ابھی اس رنج کا اثر باقی تھا کہ آپؐ کی دُکھ درد کی شریکِ حیات، اسلام کی خاتونِ اول اور آپؐ کی چاروں صاحبزادیوں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہن کی والدہ ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی آپؐ کو داغِ مفارقت دے گئیں۔ سیّدہ نے جس طرح نبوّت سے قبل اور نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد زندگی کے تمام دکھوں میں آپؐ کا بھرپور ساتھ دیا اور ہر نازک مرحلے پر اپنی ذہانت و سعادت مندی سے آپؐ کے حوصلے بلند کئے۔ آپؐ کی وفات سے سید الکونینؐ کو اتنا بڑا نقصان ہُوا کہ آپؐ غم اور صدمے کو کبھی فراموش نہ کر سکے۔ یکے بعد دیگرے یہ ایسے صبر آزما حادثے آپؐ کے سامنے پیش آئے کہ آپؐ نے تبلیغ دین کا طریقِ کار تبدیل کرتے ہوئے مکّہ کی بجائے قبائلِ عرب میں پیغامِ توحید پہنچانے کا سلسلہ شروع فرمایا۔

طائف کا سفر

اسی سلسلہ میں آپؐ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ایک تبلیغی سفر اختیار فرمایا جس میں درمیان کے تمام قبیلوں کے سامنے توحید کا وعظ فرماتے، پیدل طائف تک تشریف لے گئے۔ اس سرسبز و شاداب اور زرخیز علاقہ کے غرور و نخوت میں ڈوبے ہوئے سرداروں کے سامنے بھی آپؐ نے اسلام کی لازوال سعادت و نیک بختی کا انقلابی پیغام توحید پیش کیا۔ یہاں کی سرداری تین بھائیوں میں تقسیم تھی۔ انہوں نے آپؐ کے پیغام کو تسلیم کرنے کی بجائے مخالفت کا انداز اختیار کرتے ہوئے آپؐ کا مذاق اڑایا بلکہ جب آپؐ دوسرے لوگوں کو تبلیغ کرتے ہوئے واپس جانے لگے تو انہوں نے آوارہ منش اور اوباش نوجوانوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا جو آپؐ کا مذاق اڑاتے اور آوازے کسنے کے ساتھ ساتھ آپؐ پر پتھروں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے تاک تاک کر نبوّت کے ٹخنوں کو نشانہ بناتے۔ ایک روایت سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوباش نوجوان بازار طائف کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے۔ جب سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام درمیان سے گذرے تو انہوں نے آپؐ پر پتھروں کی بارش کر دی جس سے آپؐ کا سارا جسم اطہر زخمی ہو گیا اور اس سے خون پھوٹ پھوٹ کر بہتا رہا تا آنکہ آپؐ کی پنڈلیاں زخمی ہوئیں اور خون آپؐ کی مبارک جوتیوں میں بھر کر جم گیا۔ شدائد اور تکلیف کے اعتبار سے یہ دن آپؐ کی زندگی کا سب سے سخت دن تھا۔ چنانچہ بعد میں آپؐ نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔ یہی موقعہ ہے کہ جب آپؐ نے اپنے رب کے حضور عجز و الحاح کے ساتھ وہ تاریخی دعا فرمائی جس سے آپؐ کی تکلیف کی کیفیت کا احساس اندازہ ہوتا ہے۔ آپؐ نے انتہائی رقت آمیز لہجہ میں ارحم الراحمین کے دربار میں دستِ نبوت اٹھائے اور زبانِ رسالت سے دعا فرمائی:۔

"اے اللہ! اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم! تو ہی سب عاجزوں اور کمزوروں کا پروردگار ہے تو ہی میرا بھی رب ہے تو پھر مجھے کس کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ کیا ترش اور بیگانہ کے یا کسی ایسے دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ تیری عافیت میرے لیے سب سے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے اس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہوتی ہیں اور دنیا کے کام ٹھیک ہو جاتے ہیں، اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب اترے یا تیری ناراضگی مجھ پر وارد ہو مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی توفیق تیری طرف سے ہی ملتی ہے۔"

اس دعا کے الفاظ سے جہاں آپؐ کی اس وقت کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں الوہیت اور رسالت کے منصب و اختیارات کے درمیان نمایاں فرق بھی سمجھ میں آتا ہے جس سے ان دونوں مناصب کی حدود کا تعین کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ مقام الوہیت کیا ہے اور مقام نبوت و رسالت کیا ہے؟

حضرات محترم! یہ تھے وہ حالات، مصائب و آلام اور پریشانیاں جو درحقیقت معراج کا پیش خیمہ، داعیہ اور سبب کی حیثیت رکھتی ہیں کہ جب سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام صبر کے ان امتحانات سے دوچار ہو چکے تو حق تعالیٰ سبحانہ نے اپنی لامحدود قدرتوں، اپنی نشانیوں ملک السماوات والارض بلکہ اپنی ذات کا جلوہ دکھانے کے لیے آپؐ کو معراج کرائی۔ کہ جب مشرکین اور دشمنانِ دین کی طرف سے مصائب اور حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والسلام کی طرف سے صبر و استقلال کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کائنات کی آخری بلندیوں تک لے جا کر رفعتوں اور عظمتوں کی روحانی و جسمانی انتہا تک تک پہنچا کہ ورفعنا لک ذکرک کا مصداق کامل بنا دیا۔ اس عظیم الشان سفر میں جن آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ اور جن دوسرے کمالات سے آپؐ کو نوازا گیا ان کے متعلق انشاء اللہ آئندہ جمعہ میں کچھ معروضات پیش کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام اور شان کو سمجھنے کی

[illegible] وما علینا الا البلاغ -

دارالعلوم دیوبند

از : مولانا نسیم احمد صاحب فریدی

ساقیٔ دہلی[۱] کے مستوں نے بارضِ دیوبند
جب رکھی بنیادِ مے خانہ بطورِ یادگار

دَور دَورہ ساغرِ صہبائے طیبہ کا ہوا
جرعہ نوشانِ ازل آئے قطار اندر قطار

قاسم و محمود و انور نے لنڈھائے خم کے خم
اپنی وسعت کے مطابق پی گیا ہر بادہ خوار

آج بھی ساقی کی چشمِ خاص کی تاثیر دیکھ
بادۂ مغرب کے متوالوں کا ٹوٹا ہے خمار

آج بھی آفاق میں اس میکدے کی دھوم ہے
چار جانب سے سمٹ کر آ رہے ہیں بادہ خوار

دَر کفے جامِ شریعت دَر کفے سندانِ عشق
یہ خصوصیت یہاں ہر فرد میں ہے آشکار

اس کے ہر میخوار کو پیرِ مغاں کا حکم ہے
با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

کاش اے ساقیٔ دہلی تُو بھی آ کر دیکھتا
اپنے میخانے کی رونق اپنے رندوں کی بہار

تیرا دَورِ جام دَورِ چرخ سے بھی تیز تر
تیرا مستقبل ترے ماضی سے بڑھ کر شاندار

یا الٰہی حشر تک باقی رہے یہ میکدہ
دَور میں ساغر رہے تا گردشِ لیل و نہار

○

---

[۱] حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قاضی خالد محمود، اٹک شہر

فیلسوف اسلام

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰی

حضرت شاہ صاحب کے سیاسی پروگرام کا مقصد ملک میں ایسا ہمہ گیر انقلاب کا راستہ متعین کرنا تھا، جو خلافت راشدہ کی مثال ہوتا، ایسا نظام رائج کرنے کے لئے شاہ صاحب کو ضروری معلوم ہوا کہ سب سے پہلے ملک میں امن و امان بحال ہو، چنانچہ انہوں نے مغل تاجداروں سے بار بار ملک سے بدامنی ختم کرنے کی اپیل کی، شاہ صاحب نے ملک میں سیاسی تبدیلی لانے سے پہلے اس انقلاب کو لازمی سمجھا، ایک انحطاط پذیر معاشرہ ایک عمدہ اور مثالی ریاست قائم کرنے سے قاصر رہتا ہے، لیکن مغل تاجداروں کے ذہن اس قدر ماؤف ہو چکے تھے کہ شاہ صاحب کی بصیرت افروز نصائح کا کچھ بھی اثر نہ ہوا،

مغلوں سے نا امید ہو کر آپ نے روہیلوں کی طرف توجہ دی، کیونکہ شاہ صاحب کا اصل مقصد مغلوں کی حاکمیت بحال کرنا نہ تھا بلکہ وہ تو ملک میں امن و سکون اور اقتصادی و معاشرتی فضا بحال دیکھنا چاہتے تھے چاہے یہ کسی بھی مسلمان حکومت کے ہاتھوں ہو، روہیلے اس وقت کے مغلوں کی نسبت اخلاقاً، مذہباً اور فوجی لحاظ سے بہتر تھے، آپ نے روہیلوں کے سردار نجیب اللہ سے برابر خط و کتابت کی، فرماتے ہیں،

"میں صاف دیکھ رہا ہوں کہ آج ملت کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہے اور تم اسے حیات نو بخش سکتے ہو"

آپ مسلسل اسے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے رہے اور اسے مسلمان قوم کی حفاظت پر ابھارا، لیکن ۱۷۵۶ء میں مغل امراء کی غداری اور مرہٹوں اور جاٹوں کے مشترکہ اتحاد نے نجیب الدولہ کو مجبور کر دیا کہ وہ مرہٹوں سے انکی بنائی ہوئی شرائط پر صلح کرے، اسکا اثر یہ ہوا کہ ۱۷۵۶ء میں اٹک تک ہندوؤں کو برتری حاصل ہو گئی اور مرہٹوں کی فوقیت پہلے سے زیادہ تسلیم کر لی گئی، شاہ صاحب نے ان سیاسی حالات کا بڑے غور سے جائزہ لیکر یہ فیصلہ کیا کہ احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دیجائے،

چنانچہ انہوں نے احمد شاہ ابدالی کو ایک طویل خط لکھا جس میں مسلمانوں کی بدحالی اور مرہٹوں اور دیگر اقوام کی چیرہ دستیوں کا ذکر کیا اور دعوت عمل دی،

چنانچہ انہوں نے شاہ صاحب ہی کی دعوت پر ہند پر حملہ کیا اور پانی پت کے تاریخی مقام پر مرہٹوں اور جاٹوں کو عبرت ناک شکست دی، اور انکی حکومت کے خواب کو منتشر کر دیا، پانی پت میں احمد شاہ ابدالی کی فتح نے ہندی مسلمانوں اور مغل تاجداروں کو ایک بار پھر سنبھلنے کا موقع دیا، لیکن انہوں نے اسکو گنوا دیا اور ان بزرگ کی کوششوں سے ذرا بھی فائدہ نہ اٹھایا، پلاسی کے میدان میں فتح حاصل کرنے والے فرنگی اپنے سامنے خالی میدان پا کر تھوڑے ہی عرصے میں دہلی کے تخت پر قابض ہو گئے پانی پت کی لڑائی کے بعد جلد ہی شاہ صاحب رخصت ہو گئے اور انکی کوششوں کے باوجود مسلمان سنبھل نہ سکے

ایک اور عظیم فتنہ جو ہندی سیاست میں مسلمانوں کو کمزور کر رہا تھا وہ شیعہ سنی اختلاف تھا یہ فتنہ سیاست میں ایرانی اور تورانی کے نام پر سرگرم تھا،

ہمایوں کی ایران واپسی پر ہند میں شیعہ عمل دخل بڑھ گیا۔ شیعہ علماء و شعراء اور دیگر مقتدر حضرات کا سلسلہ آمد بندھ گیا، شیعہ حضرات کلیدی آسامیوں پر مامور ہو گئے

اکبر کا استاد بیرم خان، جہانگیر کی ملکہ نورجہاں وزیر اعظم آصف خاں اور بہت سے گورنر

شیعہ تھے ،
اورنگ زیب کے زمانے میں دربار میں
اگرچہ شیعہ امراء اکثریت میں تھے لیکن وہ
اپنے عقائد ظاہر نہ کرتے تھے ، لیکن اس کے
فوت ہونے کے بعد اس کے بیٹے اور
جانشین بہادر شاہ نے نہ صرف شیعہ عقائد
کو قبول کیا ، بلکہ بجبر واکراہ جمعہ کے خطبہ
میں علی وصی اللہ وصی رسول اللہ کے الفاظ
بھی زیادہ کروا دیئے ، جس پر شیعہ سنی اختلافات
اور نمایاں ہوا ،

اہل سنت والجماعت جو اکثریت میں تھے
اس عمل دخل کو ناپسند کرنے لگے ، جس سے
عوام میں اضطراب پیدا ہو گیا ،

اس کے بعد اگرچہ کسی مغل بادشاہ نے
شیعہ عقائد کی پشت پناہی نہ کی لیکن
اٹھارہویں صدی میں جو ریاستیں وجود
میں آئیں وہ بھاری تعداد میں شیعہ تھیں
چنانچہ عظیم آباد ، مرشد آباد ، اور لکھنؤ
شیعہ مذہب کے مرکز بن گئے ، ان اختلافات
کو دور کرنے کے لئے شاہ صاحب کی
خدمات قابل قدر ہیں ، انہوں نے سنیوں
کے دلوں میں یہ غلط فہمی دور کرنے کی کوشش
کی کہ شیعہ مؤمن نہیں ہیں اور انہیں باہمی
رواداری برتنے کا مشورہ دیا ، اس وقت
کے حالات میں یہ بڑی کوشش تھی یہ
کوشش اس حد تک بڑھی کہ لوگ آپ
کو شیعہ سمجھنے لگے ، ازالۃ الخفاء لکھ کر
انہوں نے خلفاء اربعہ کا صحیح مقام پہچاننے
کی طرف توجہ دلائی ، سنیوں کی حدت اور
شدت کا ازالہ کیا اور شیعوں کی غلط فہمی
کو دور کیا ، بالفاظ دیگر دونوں فریقوں
کی افراط و تفریط کا شافی علاج کیا

شیخ اکرام کے بقول ، شاہ صاحب کے
معتدلانہ نقطہ نظر کا باعث ان کا متوازن
دل و دماغ ہے ، جو انہیں اسلامی ہند
کے دوسرے بڑے محسن حضرت مجدد
الف ثانی پر فوقیت دیتا ہے اور جس کی
وجہ سے فلاح قومی کا تقاضا ہے کہ ہم
اپنے ذہنی نظام میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ
کو مرکزی جگہ دیں ،

حضرت مجدد الف ثانی کی امتیازی خصوصیت
انکی " رگ فاروقیم " یعنی شدید اسلامی
احساس ہے ، وہ بار بار اپنے مکتوبات
میں اس ترکیب کو دوہراتے ہیں ،،

حضرت مجدد الف ثانی ، کے خلوص اور
جرأت میں شبہ نہیں جن حالات میں
انہیں سابقہ پڑا انہیں دھیان رکھتے
ہوئے ان کا نقطہ نظر آسانی سے
سمجھ آسکتا ہے ، لیکن ظاہر ہے کہ
کئی اہم باتوں میں اسے قومی پالیسی کی
اساس نہیں بنایا جا سکتا ، اور اگر آج
شیعوں کو کافر اور گردن زدنی قرار
دیا جائے تو پتہ نہیں تم کو کتنے ممتاز
اہل قلم ، خادمان قوم اور قائدان اعظم سے
ہاتھ دھونے پڑیں ،،

شیعہ سنی مسئلے میں شاہ صاحب کی رائے
انتہا پسندی سے دور تھی ، مولانا
مناظر احسن گیلانیؒ لکھتے ہیں
آپ نے اسکے لئے بجائے مناظرے اور مجادلے
کے ایک ایسی راہ نکالی جس سے بہت سے
فتنوں کا سد باب ہو گیا ، ازالۃ الخفاء پڑھنے
سے بہت سے شیعوں کی غلط فہمی اور سنیوں
کی شدت میں کمی ہو جاتی ہے

ملک کے سیاسی طبقات کے نام حضرت شاہ ولی اللہؒ کا پیغام

اے بادشاہو ! ملاء اعلیٰ کی رضا اس
زمانے میں اس امر پر قائم ہو چکی ہے کہ تم
تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک نیام میں
داخل نہ کرو جب تک مسلم مشرک سے بالکل
جدا نہ ہو جائے اور اہل کفر و فسق کے سرکش
لیڈر کمزوروں کے گروہ میں جا کر شامل نہ
ہو جائیں ،،

اے رؤساء مملکت ۔ عدل و انصاف
کو مضبوطی سے سنبھال لو اور اپنے وزیر ایسے
مقرر کرو جو ظالم سے مظلوم کا حق دلانے
کی طاقت رکھتے ہوں اور اپنی جمعیت میں
ایسے افراد بھرتی کرو جو اللہ کی راہ میں کسی
کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہوں اور
بے دھڑک کفر کے سینے میں چھرا گھونپنے
میں ذرا تامل نہ کریں

دنیائے مستعار کے حاکمو ! ہر ایسا معاملہ
فسخ کر دو جو مالک الملک کی رضا سے
ٹکراتا ہو ، آج ہی اپنے اطوار کو بدل لو ،
اپنی تاریخ کے اوراق اسلام دوستی کے
سنہرے الفاظ سے مزین کر لو ، کامیابی
کی سب سے بڑی یہی شاہراہ ہے ،،

اے امراء! تم دنیا کی فانی لذتوں میں ڈوبے جارہے ہو، کیا تم علانیہ شرابیں نہیں پیتے اور پھر اس فعل پر فرحاں نہیں ــــ میرا منشور نہیں ساری دنیا کے خدا کا منشور ہے، زنا چھوڑ کر عصمت کے دامن میں آجاؤ، شراب کے ساغر انڈیل کر معصیت کدے سے جلدی نکل آؤ، تباہی کے دن قریب ہیں، اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا، تو دیکھو عیش و طرب کی محفلیں آگ کا ڈھیر بن جائینگی، ایسی غفلت کہ تم نرم گداز عورتوں سے لطف اٹھاتے ہو اور زندگی کا سب سے بڑا مقصد تمہارے خانہ خیال سے نکل چکا ہے، اچھے اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ کسی طرف منعطف نہیں ہوئی ــــ اٹھو اور زمانے کی تقدیر بدلنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ، ــــ سروں پر کفن باندھ لو، اتحاد کا علم لے کر سارے جگ میں گھوم جاؤ، ورنہ ذلت و رسوائی کی سیاہی سے تمہارا دامن محفوظ نہیں رہ سکتا علماء اسلام کے دھبرو! تمہیں خدا نے جہاد کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ خدا کی بات اونچی ہو، اب تم اسلحہ تو جمع کرتے ہو مگر باہمی جنگ کے لئے کارزار میں کودتے ضرور ہو مگر میدان تمہارا اپنا لہو ٹپک رہا ہے، تم شرابیں پیتے ہو نشہ کی حرمتوں نے تمہارے جذبات کو سرد کر دیا ہے دیکھو اب بھی وقت ہے کہ سنبھل جاؤ اور ساری دھرتی کو سنبھالا دے دو،

خدا کی قسم! تم عنقریب اللہ کی طرف جاؤ گے اور تمہیں اپنے کیے کا پورا بدلا ملیگا، کفر کا فسوں توڑو، اپنا شیرازہ کفر و فسق کی لعنت سے جنگ کرو، نمازوں کی پابندی کرو، اسلام کی کوئی بات تمہارے فکر و عمل کے سانچے سے نہ نکل جائے

شاہ ولی اللہ کے عہد میں مسلمانوں کی علمی حالت

اورنگ زیب کی وفات کے بعد ہند کے مسلمانوں میں نہ صرف سیاسی انحطاط آچکا تھا بلکہ علمی طور پر بھی اختلاف اور تنزل کا شکار ہو چکے تھے، سب سے بڑا فتنہ شیعہ سنی اختلاف کا تھا جس کا شکار ہر ہندی مسلمان تھا،

دوسرا بڑا فتنہ مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا تھا، تصوف میں بھی اختلاف فتنے کی شکل اختیار کر گیا تھا، ایک اور خرابی فتنہ معقولین تھی، علم الکلام یونانی فکر سے متاثر تھا، اور عملی طور پر کسی کام کا نہ تھا، اسلام کو اجتماعی طور پر پیش کرنے کی بجائے اسے خانوں میں بانٹ دیا گیا تھا، ملک کی زبان فارسی ہونے کی وجہ سے نہ صرف قرآن پاک کو سمجھنے میں دشواری پیش آتی بلکہ اشاعت اسلام کی راہ میں روکاوٹ پیدا ہونے لگی، قرآن و حدیث کے مسائل کی بجائے فقہائے متاخرین کی تصریحات اور فتاوے رائج تھے، وہی فرسودہ نظام تعلیم رائج تھا،

حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق دہلوی کی کوششیں زائل ہو چکی تھیں اور علمی حالت کے طور پر مسلمانان ہند زوال کا شکار تھے،

علمی خدمات

درس تدریس کا سلسلہ اور نصاب تعلیم کی اصلاح

کسی قوم کے مزاج کو درست کرنے کے لئے اس کے ذہن کو درست کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور قوموں کا ذہن اور مزاج تعلیم سے ہی درست ہوتا ہے جب تک صحیح قسم کی تعلیم عام نہ ہو، قوم کا مزاج درست ہو ہی نہیں سکتا۔ شاہ صاحب اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھتے تھے چنانچہ آپ نے سن رشد کو پہنچتے ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا حج سے واپسی پر یہ تحریک تیز کر دی اور علوم اسلامیہ کی ہر شاخ میں ماہرین تیار کرنے شروع کر دیئے۔ طلباء میں جو کوئی جس فن میں ماہر ہوتا اس کو اس فن کے استاد کے سپرد کر دیتے، یہ سلسلہ تاحیات قائم رہا ملک کے اطراف و اکناف سے صدہا طالب علم آتے اور آپ سے مستفیض ہوتے حرمین شریفین سے بھی باذوق علماء علم سیکھنے آتے، ممتاز شاگردوں میں سے چار صاحبزادوں کے علاوہ مولانا محمد عاشق مولانا شاہ نور احمد، مولانا جمال الدین مولانا شاہ محمد امین کاشمیری اور ابوسعید کے نام آتے ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ دور

حاضر کے تمام علماء ہند آپ ہی کے معنوی شاگرد ہیں تو بے جا نہ ہوگا،

نصاب تعلیم کی طرف آپ نے توجہ دی اور درس نظامیہ کے فرسودہ نظام تعلیم کی اصلاح فرماکر قرآن کو نصاب تعلیم میں شامل کیا اور اسکی طرف سب سے زیادہ توجہ دی،

اس کے ساتھ ساتھ علوم فقہ، عقائد اور کتب حکمت کو بھی پڑھانا شروع کیا جس سے طلباء کا ذہن جمود اور قوائے غور و فکر کا تعطل دور ہو گیا اور اب وہ اندھے مقلد ہونے کی بجائے محقق اور صحیح معنوں میں فقیہ اور محدث بن گئے اور آیات و احادیث میں غور و فکر کرکے اس کے مطابق سمجھنے لگے

تصوف کی اصلاح اور آزاد خیال اور راسخ العقیدہ مسلمانوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش

ہند میں غلط قسم کے تصوف کا رواج ہو چلا تھا جس سے بہت سے مسلمانوں میں آزاد خیالی اور شریعت سے بیگانگی پیدا ہو چلی تھی شاہ صاحب نے اس خرابی کو دور کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے تصوف کا انکار نہیں کیا بلکہ اصلاح کا بیڑہ اٹھایا، لوگوں کو جاہل قسم کے صوفیوں سے بچنے کی ترغیب دی اور ان کے من گھڑت اصولوں، اجنبی افکار اور باطل دعاوی کی تردید کتاب و سنت کی روشنی میں اسلام کی واضح اور روشن راہ لوگوں کے سامنے پیش کی اور وقت کے ایک تقاضے کو پورا کیا تصوف میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر تحریر فرمایا، آپ نے ابن عربی اور مجددی نقطۂ نظر کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی، اسکے علاوہ بھی آپ نے تصوف پر بہت سی کتابیں تحریر فرمائیں جسکا آخر یہ ہوا کہ علماء اور صوفیاء کا آپس میں اختلاف کم ہو گیا اور علماء بھی اس قسم کے تصوف کو اپنانے لگے،

دیوبند کا مدرسہ شاہ صاحب کے اصولوں پر قائم ہوا، اس میں طلباء کی روحانی حالت پر توجہ دی اور تصوف کے اصولوں سے استفادہ کیا، آپ نے صوفیاء کے چاروں سلسلوں چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ جو ہند میں رائج تھے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی اگرچہ آپ کا غلبہ نقشبندیہ باقیہ کی طرف تھا لیکن بیعت کے وقت چاروں خانوادوں کے نام لیتے تھے اس طرح آپ نے چاروں سلسلوں کے بزرگوں کو اپنا کر تفریق کو دور کیا

شیعہ سنی اختلاف ختم کرنے کی کوشش

شاہ صاحب نے عام مسلمانوں کے دلوں میں یہ غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی کہ شیعہ مومن نہیں ہیں، آپ نے انہیں باہمی رواداری برتنے کا سبق دیا اسوقت کے حالات کے مطابق یہ بڑی صبر آزما اور مشکل کوشش تھی، شاہ صاحب نے اس میدان میں ازالۃ الخفاء لکھ کر شیعہ سنی عقائد میں شدت کو کم کرنے کی کوشش کی، ،،قرۃ العینین،، میں شیخین کی شخصیتوں کو جذبات سے ہٹ کر تعارف کروایا گیا

مقلد اور غیر مقلد کی تفریق ختم کرنے کی کوشش

مقلد اور غیر مقلد کے اختلاف کو ختم کرنے اور ان کو ایک مرکز پر اکٹھے کرنے کی خاطر قرآن کو اصل الاصول ٹھہرایا آپ نے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا،، کے قرآنی پیغام کو قوم کے تمام امراض کا مداوا سمجھا، آپ نے عوام کو قرآنی تعلیمات پر دور اول کی طرح تدبر کرنا سکھایا، اس کے ذریعے زندگی کے جملہ امور و تعلیمات پر آپ نے ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ سمجھایا، اسکی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا اور ان اہم امور کو سرانجام دینے کے لئے مومنین صالحین کی ایک جماعت تیار کر دی،

فقہ کے تمام مسالک میں اعتدال

اعتدال اور جامعیت شاہ صاحب کی تصانیف کی خوبیاں ہیں، فقہ کے تمام مسالک انہوں نے اپنے سامنے رکھے اور اعتدال کی راہ پیش کی، جامعیت کا فطری تقاضا اعتدال پسندی ہوتی ہے اور یہ شاہ صاحب کی تعلیمات میں ہمیں ملتی ہے،، الانصاف،، اس مسلک کا آئینہ ہے کتاب و سنت کے مقابلے میں اقوال فقہاء کوئی وقعت نہیں رکھتے، تفہیمات میں آپ لکھتے ہیں کہ میرے دل میں ایک خیال ڈالا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے مذاہب امت میں سب سے زیادہ مشہور ہیں سب سے زیادہ پیروی بھی ان دو کے پائے جاتے ہیں

باقی صـ۲۳ پر

طب و صحت

حکیم عطا محمد بی۔ اے

ماں کا دودھ

گذشتہ برس کو دنیا بھر میں بچوں کا عالمی سال کے طور پر منایا گیا، کم و بیش ہر ملک میں سیمینار منعقد ہوئے، ظاہر ہے کہ کسی ملک کی تہذیب و تمدن اور ترقی کا جائزہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ وہاں کے عوام کی صحت کا معیار کیا ہے، کسی قوم کا معاشرہ اور افراد اگر صحت مند نہ ہوں تو وہ کبھی بھی خوشحال اور ترقی یافتہ نہیں کہلا سکتی، بچے جو اس ضمن میں آئندہ قیادت کے ذمہ دار ہوتے ہیں ان کی پرورش کس قدر احسن طریق سے ہونی چاہیئے تاکہ وہ صاف ستھرے ماحول میں پروان چڑھیں اور مستقبل کے ایک اعلیٰ شہری کہلا سکیں

بچہ کی پیدائش ایک طبعی فعل ہے اور بلاشبہ رحم مادر جنین کی ابتدائی نمو کا گہوارہ ہوتا ہے، اگر ماں نحیف و لاغر ہوگی تو جنین کا نمو ایک حد تک متاثر ہوتا ہے

اسی طرح اگر ماں کسی بیماری یا شدید حادثہ کا شکار ہو جائے تو زچہ و بچہ دونوں کی زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں، زمانہ حمل میں ماں کی نگہداشت اور وہ بھی اصول حفظان صحت کے مطابق اشد ضروری ہے، کسی قوم کی بقاء کا انحصار ماں کے اس ننھے بچے پر منحصر ہے، عورت جہاں گھر کی چار دیواری کی معمار ہوتی ہے وہاں وہ بچے کی ابتدائی مناسب جسمانی قوی کی بھی ذمہ دار ہوتی ہے

دنیا نے ماں کی گود کو تہذیب کا گہوارہ تک کہا ہے،

مگر آجکل کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں زچہ کی شرح اموات عام صورت سے زیادہ ہے۔

اسی طرح یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ موت کا سب سے شکار ننھے منھے بچے ہی ہوتے ہیں

بچے کی شیر خوارگی کے زمانہ میں ماہرین امراض اطفال نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر زمانہ رضاعت میں بچوں کو خاص اصول و قواعد کے تحت زندگی گذارنے کا موقع دیا جائے تو وہ مستقبل میں پیدا ہونے والے امراض سے ایک حد تک محفوظ رہتے ہیں، بچوں کی امراض عام طور سے نقص تغذیہ کے باعث رونما ہوتے ہیں اس لئے ایک ماں کو بچوں کے تغذیہ پر خصوصی توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے جو اصول و قواعد حفظ و صحت، صفائی ضبط و انتظام کے باقاعدہ زندگی گذارنی چاہیے، اسی طرح سے آئندہ کی امراض و بد وصفوں سے نجات مل جاتی ہے

پستانی دودھ

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ماں کا دودھ ایک بچہ کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے اور اس پر جمہور اطباء کا اتفاق ہے کہ بچہ کے لئے ماں کا دودھ اور صرف ماں کا دودھ اور وہ بھی ماں کی گود سے ہی افضل ترین غذا ہے، طبی طور پر اس کے بے شمار فوائد ہیں،

بچہ کے براہ راست پستان سے دودھ حاصل کرنے میں نہ تو کسی قسم کی سمیت کی شرکت ہو سکتی ہے اور نہ دودھ کے طبعی اجزاء حیاتین میں کوئی فرق پڑتا ہے، دودھ کا درجہ حرارت انسانی مزاج کے عین مطابق ہوتا ہے، جسکی موجودگی میں بچہ کے اعضاء ہضم پر حرارت و برودت کے اعتبار سے کوئی ہیجانی اثر نمایاں نہیں ہوتا

اسی طرح بچہ معدی و امعائی فتور سے محفوظ رہتا ہے اور اس طرح بچہ میں ماں کی صحت بدنی و قوئی بدنی کا بھی کچھ نہ کچھ حصہ منتقل ہوتا رہتا ہے غرض کہ وہ تمام کوفتیں جو ایک ماں کو دودھ کی تیاری میں کرنی پڑتی ہیں ان سے نجات ملتی ہے

جب بچہ ماں کی گود سے براہ راست دودھ جذب کرتا رہتا ہے تو ایک اعصابی سی کیفیت جو انقباضی صورت میں پیدا ہوتی ہے اور جس سے وضع حمل کے بعد کا پھیلا ہوا رحم بہت جلد سکڑ کر طبعی حالت پر آجاتا ہے اور اس طرح رحم مادر دوبارہ اولاد کے قابل ہو جاتا ہے

نفسیاتی اعتبار سے بچہ شفقت مادری کا

حصول کرتا ہے اور اخلاق بھی قدرتی طور پر آغوش مادر ہی میں پروان چڑھتے ہیں پستانوں سے براہ راست دودھ پینے کا ایک حد تک مؤثر ضبط تولید بھی ہے، یہ عام مشاہدہ ہے کہ جب تک بچہ پستانوں سے دودھ حاصل کرتا رہتا ہے حیض میں تاخیر واقع ہوجاتی ہے اور جب حیض جاری نہ ہو تو یہ ایک قدرتی طور پر برتھ کنٹرول ہوا اس لئے عام طور پر زچگی کی مدت اور رضاعی زمانہ کم و بیش دو سے اڑھائی سال تک ہونا چاہیئے،

نیز اگر پستانوں سے دودھ خارج نہ ہو اور وہاں دودھ کا انجماد شروع ہوجائے جو بعض اوقات سوزش اور دنبل کی صورت پیدا کردیتا ہے اور بعض اوقات کینسر تک عام مشاہدہ میں آیا ہے، ایک جائزہ کے مطابق دودھ پلانے والی عورتوں کو شاذ و نادر ہی کینسر ہوتا ہے اور اکثر دودھ نہ پلانے والی ماؤں کے پستانوں میں کینسر پیدا ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ حصہ جسم سے بذریعہ اپریشن علیحدہ کردیا گیا دیکھنا یہ ہے کہ وہ قدرتی غذا جو کہ خلاق حقیقی نے ماں کے پستانوں میں محض ایک نومولود بچہ کے لئے ودیعت کی اسے کہاں تک آج کی روشن خیال مائیں دیتی ہیں اور کتنے بچے ہیں جو محض ڈبہ کے دودھ کے سہارے جیتے ہیں، کتنے ستم کی بات ہے کہ وہ معقول ترین غذا جو بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اللہ رب العزت نے بغیر کسی محنت و مشقت کے عطا کی اور جس کا حصول نہایت ہی آسان ہے اس سے بچہ کو محروم رکھا جائے تو کیا یہ شیر خوار بچے اللہ تعالیٰ کے حضور نالش نہ کرینگے کہ اے اللہ میاں ہماری ماؤں نے ہمارا حق تلف کیا اور اس نعمت طبعی سے محروم رکھا،

یہ امر غور طلب ہے کہ ڈبہ کے دودھ میں وہ تمام اوصاف جو مختصراً بیان کئے گئے ہیں موجود ہیں اور کیا آج سے چند برس قبل جب بچوں کو ماں کا دودھ پلانا عورتیں اپنا فریضہ خیال کرتی تھیں بچوں کی شرح اموات کم نہ تھیں، کیا بچہ کو ڈبہ کا دودھ دینے میں پہلے کئی ایک ڈبہ کو بطور آزمائش نہیں دینا پڑتا پھر بدلنا اور دوسرا ڈبہ وغیرہ دینا نہیں پڑتا اور اس طرح ڈبوں کا بدلنا وغیرہ بچہ کی صحت پر کئی برے اثرات مرتب نہیں ہوتے ایک ڈبہ کے دودھ میں آپ کتنے ہی وٹامن کیوں نہ بھر دیں تو کیا وہ دودھ ایک تندرست ماں کے دودھ کا صحیح بدل ہو سکتا ہے؟

یاد رکھئے بچہ کی غذا جتنی ہی مکمل و احسن ہوگی اس قدر اس کی صحت پروان چڑھیگی اور اسکی نشو و نما، قد و قامت، دل و دماغ و اعصاب پر اثر انداز ہوگی،

بچہ کی پیدائش کے فوراً بعد ہی بچہ کو ڈبہ کا دودھ دینا ویسے ہی اس کے نظام ہضم کو ایک حد تک ماؤف کرنے میں اثر انداز ہوتا ہے،

یہ بات بھی مشاہدہ میں ہے کہ عورت کا (زچہ) دودھ پہلے تین روز یا چار روز چھاتی کا دودھ بعد میں آنے والے دودھ سے قدرے مختلف ہوتا ہے

اس کا رنگ زرد، ذائقہ کم میٹھا اور گاڑھا ہوتا ہے اور اس میں پروٹین (گوشت کے اجزاء) بہت ہوتے ہیں، قدرت کاملہ نے اس میں بھی حکمت رکھی ہے وہ یہ کہ یہ دودھ بچہ پر اس طرح اثر کرتا ہے جیسے ہلکا جلاب (دست آور شے) اور اس سے طبعاً بچہ کے اندر جو غلاظت وغیرہ ہوتی ہے دودھ ہو جاتی ہے اور پہلا پاخانہ جس کو "دواسہ" (سیاہی مائل پاخانہ) کہتے ہیں خارج ہو جاتا ہے بالفاظ دیگر یہ قدرتی جنم گھٹی ہوتی ہے، کیا ماں کے دودھ کے خواص ڈبہ میں موجود ہیں؟

زچہ کے دودھ میں جو قدرتی یا طبعی اجزاء اغذیہ پائے جاتے ہیں ان کی اجزائے ترکیبی کچھ یوں ہے، روغنیات ۳½٪ نشاستہ دار ۷٪ پروٹین یا لحمی اجزاء ۱½٪ نمک ½٪ پانی ۸۷½٪، غرضیکہ وہ تمام بنیادی اشیاء موجود ہیں جو کہ ایک ذی علاج کی پرورش کے لئے ضروری ہیں،

عورت کے دودھ کے قریب گائے کا دودھ ہے گائے کے دودھ میں عورت کے دودھ سے دو تین گنا زائد اجزاء لحمیہ ہوتے ہیں، نیز گائے کے دودھ میں ام الجنین (پنیر بنانے والا مادہ) زیادہ اور حل پذیر اجزاء لحمیہ کی مقدار میں ایک اور چار کا تناسب ہوتا ہے

جن حالتوں میں ماں کا نہ پلانا چاہیئے

باقی صفحہ ۲۴ پر

حدیثِ معراج

مولانا امام خان نوشہروی

لفظ معراج صرف اسلام میں منقول ہوا اور جس ذات مجتمع الصفات کے لئے یہ لفظ وضع ہوا وہ بھی اپنی نوع میں منفرد ثابت ہوئے، اس سلک میں بے شمار افراد ہیں لیکن جو خوبی ان میں ہے وہ کسی اور میں نہ پائی گئی یوں ایک سے ایک سوا ہے "

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجات ۔ (تلک الرسل پہلی آیت)

یہ ہمارے پیغمبر جن میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے (یعنی اگرچہ پیغمبری کے لحاظ سے سب کا درجہ یکساں ہے) لیکن اپنی اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے مختلف درجے رکھتے ہیں، ان میں کچھ تو ایسے تھے جن سے اللہ نے کلام کیا (یعنی ان پر اپنی کتاب نازل کی) بعض ایسے تھے جن کے درجے (ان کے وقتوں اور حالتوں کے مطابق) دوسری باتوں میں بلند کئے'

(ترجمہ از ابو الکلام آزاد جزء ص ۲۹۴)

یہی تفاوت درجات ایک بطن اور صلب کے حقیقی بھائیوں میں ہے، رنگت ہے تو کسی کی گہری، کسی کی مدہم، ناک نقشہ میں فرق، آواز ہے تو ایک کی دوسرے سے نہیں ملتی، قویٰ میں ایک گل سوسن کی خوشبو سے مسرور ہوتا ہے تو دوسرا موتیا کی خوشبو سے خود بھی مہک اٹھتا ہے تیسرا بھائی نہ سوسن پسند کرتا ہے نہ موتیا یہ گلِ گلاب کا دلدادہ ہے

پھولوں سے کبھی کبھی سابقہ پڑتا ہے مگر کھانے سے دن میں دسویں مرتبہ واسطہ پیدا ہوتا ہے ایک ہی ہاتھ کا پکا ہوا کلیا ہوتا ہے مگر دونوں بھائیوں میں ایک اس کی خوشبو اور ذائقہ دونوں پر رطب اللسان ہے اور دوسرا کہتا ہے بھیا، کیا فرما رہے ہیں آپ اس سے تو یہ لوکی کے رائتے میں خوشبو بھی اچھی ہے اور مزا بھی بہتر،

حسن جاناں کے سراپا پر غور فرمائیے یہ صرف صباحت پر جان چھڑکتے ہیں اور وہ ملاحت سے لطف اندوز ہوتے ہیں حالانکہ جس طرح سوسن و موتیا اور گلاب سب کا جوہر ایک ہے ذرا ضامن کا فرق تھا جس سے خوشبو میں فرق ہوتا گیا، اس ضامن کا حسن صبیح و ملیح میں فرق تھا، اس میں صباحت کا شمہ بڑھا دیا گیا تو وہ بغیر ملاحت کے گورے چٹے ہو گئے اس میں صباحت و ملاحت دونوں کے خمیر میں تناسب کا لحاظ رکھا گیا تو یہ بہر دو خوبی اس حد تک متمیز ہو گئے کہ بقول ؎

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

یہی وصف صاحب معراج میں ہے کہ نفس منصب (رسالت) میں ان کی صف میں ایک لاکھ چوبیس ہزار برگزیدگان عالم کندھے سے کندھا ملائے ہوئے کھڑے نظر آتے ہیں، لیکن درخشانی میں صرف ایک صاحب ہی متمیز ہیں جن کی طرف خود اس صف کے افراد کی نظر بھی اٹھتی ہے جیسا کہ حدیث شفاعۃ میں ہے

"یوم محشر کی تپش میں تمام بنی نوع بشر گھبرا جائیں گے اور درد و کرب سے گذر جانے کے بعد حضرت آدم سے لیکر جناب مسیح تک آپکے سامنے ہاتھ جوڑ کر شفاعت کے لئے ملتجی ہونگے مگر آخری مرحلہ صاحب معراج صلوات اللہ وسلامہ پر آکر ختم ہوگا اس لمحہ حضور خدا تعالیٰ میں سجدہ ریز تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام ہونگے اور خاتم الرسل بھی، لیکن صاحب معراج کے سوا یہ تمام برگزیدہ عالم رب نفسی "، رب نفسی " (یا اللہ مجھے اس کرب والم سے بچالے)

(ہم نے ترجمہ میں بے موقعہ لفظ استعمال کیا ہے اور اے میرے رب! مناسب حال ہے کہ رب کے معنی پالنہار کے ہیں)

۔۔۔۔ اور صاحب معراج رب امتی!

ربِ امتی! عرض کرینگے اے میرے درجات اس حد تک بڑھانے والے! میری امت پر! عنایت کی نظر رکھنا کہ ہم نازوں کے پلے ہیں، خداوندعالم فرمائیگا، جس کے دل میں ایک ذرہ بھر ایمان ہے یا جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا وہ بھی جنت کا مستحق ہے صاحب معراجؐ نے یہ فرمانے کے بعد مندرجہ ذیل آیت پڑھی ہے عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

عنقریب تیرا رب تجھے قابل تعریف منصب پر فائز کریگا، مشکوۃ ص ۸۰ لم کی ایک حدیث سے مستفاد)

اگرچہ ہر صفت کے اندر درجات کا تفاوت قارئین کے لئے بھی مسلم ہے، تو ایک لاکھ چوبیس ہزار کی ایک نوع میں ایک فرد کی کسی ایک جزو میں تخصیص و برتری بھی مستبعد نہیں جن برگزیدگان عالم کے فرق عادات ہمارے سننے میں آئے ہیں ان میں سے سب سے بڑا معجزہ تو ان کا وجود گرامی ہے، آذر بت گر تھا اور لختِ جگر بت شکن، آذر نے کہا کہ میں یہ صنعت اس لئے کرتا ہوں کہ میری ہم قوم ان کو معبود سمجھ کر اپنے منافع و مضار کے مختار سمجھتے ہیں، اور میری قوم میں یہ طریقہ و تصور ہمارے آباء و اجداد سے مرسوم ہے، فرزند نے کہا خوب! پیڑ سے لکڑی کا تنا کاٹ کر لائے اسے تراش کر انسانی شکل و صورت میں لائے اور اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے آذر اور ان کے یاران طریقت نے حضرت ابراہیم کے ان دلائل کو در خور اعتناء نہ سمجھا تب صاحب تبلیغ نے ایک روز موقعہ پاکر ان کے معبد کے تمام معبودوں کے ناک اور کان اڑا دیئے جس پر بستی اور گرد و نواح میں صف ماتم بچھ گئی ہر فرد دوسرے سے پوچھتا، من فعل ھذا بالھتنا انہ لمن الظالمین،

ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی جس نے کی ہو وہ بڑا ہی ظالم ہے،

قالوا سمعنا فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم،

چند آدمیوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو ان کے بارے میں کچھ کہتے سنا تھا اسے ابراہیم کہہ کر پکارتے ہیں،

قالوا فاتوا بہ علی اعین الناس لعلھم یشھدون،

لوگوں نے کہا اسے یہاں آدمیوں کے سامنے بلا لو تاکہ سب گواہ رہیں

قالوا ءانت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم

لوگوں نے ابراہیم سے کہا (کیونکہ اب اسے بلا لائے تھے) کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی؟

قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فاسئلوھم ان کانوا ینطقون

ابراہیم نے کہا بلکہ یوں سمجھو، اس بت نے کی جو ان سب سے بڑا ہے اگر بت بول سکتے ہیں تو خود اس سے دریافت کر لو،

فرجعوا الی انفسھم فقالوا انکم انتم الظالمون

تب وہ آپس میں ایکدوسرے سے باتیں کرنے لگے انہوں نے کہا کہ اس میں شک نہیں اصل میں مجرم تو ہم ہی ہیں

ثم نکسوا علی رءوسھم لقد علمت ما ھؤلاء ینطقون۔

پھر وہ اس حال میں پڑ گئے کہ شرم و خجالت سے ان کے سر جھکے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ تو اچھی طرح جانتا ہے یہ بت بات نہیں کرتے

قال افتعبدون من دون اللہ ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم، اف لکم و لما تعبدون من دون اللہ، افلا تعقلون

ابراہیم نے کہا پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو تم کو نہ تو کسی طرح کا نفع پہنچائیں نہ نقصان تمہاری حالت کتنی ناقابل برداشت ہے اور ان کی بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، کیا تم عقل سے بالکل کورے ہو گئے ہو؟

(ترجمہ ابوالکلام در سورۃ انبیاء پ ۱۷)

صاحبان!

حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کا انداز تلقین بجائے خود معجزہ ہے اور جس نفس ذکیہ کی زبانِ ترجمان وحی سے یہ الفاظ ادا ہوتے وہ وجود بھی معجزہ! پھر اگر اس وصف کے ساتھ خارجی خوارق عادت (خلاف معمول) کچھ امور ہوں تو معجزہ اور معجزہ کا مرتبہ ہوا، اگرچہ معجزات کا تنوع اور ان کی کثرت نبوت کا ثبوت نہیں ہو سکتی تاہم ان کو دلیل میں لایا جا سکتا ہے اور دلائل جتنے زیادہ ہوں دعویٰ میں وہی حکمت تقویت پاتی جائیگی، مگر یہ کہنا کہ فلاں رسول اپنے اس اعجاز

کی وجہ سے فلاں پیغمبر سے فائق ہیں اور ان کے فلاں معجزہ پر ان کا خرق امتیاز رکھتا ہے اس لئے یہ صاحب ان سے ممتاز ہوئے اس تقابل میں راجح مرجوح کی بحث خود حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف ہے،

بروایت حضرت ابو سعیدؓ،

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

(۱) قیامت کے روز مجھے تمام بنی آدم پر سیادت حاصل ہوگی مگر میں اسے فخر کے طور پر بیان نہیں کرتا

(۲) اور اس روز میرے ہاتھ میں جو علم ہوگا اس علم کا طفری الحمد ہوگا مگر میں اسے فخر کے طور پر بیان نہیں کرتا

(۳) اور اولاد آدم میں سے جتنے نبی ظہور فرما ہوئے اس روز وہ بھی میرے علم کے زیر سایہ ہونگے، نیز صور اسرافیل پر سب سے پہلے میری تربت کھلے گی مگر میں اس پر فخر نہیں کرتا، مشکوٰۃ ص ۵۰۵ بحوالہ ترمذی)

اس مضمون کی حدیثیں مندرجہ ذیل صحابہ نے بھی بیان کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ (ا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ ہدایات میں تواتر بھی تھا (مگر یہاں تواتر کا لفظ مصطلح اصول حدیث نہیں)

ب، یہ روایات ابن عباسؓ، عمرو بن قیس اور جابر رضی اللہ عنہم نے بیان کیں جن میں لفظ، لافخر، فرمایا گیا،

یعنی آنحضرت نے ایک ہی مفہوم مختلف مواقع پر مختلف لفظوں میں بیان فرمایا جس سے نفس روایت کی صحت ہوتی ہے، پس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خود اپنے کمالات نبوت پر فخر نہیں کرتے تو ہمیں بھی اس ترجیح سے اپنا دامن بچانا چاہئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بحیثیت منصب خاتم النبین ہونا کیا کم ہے اور آپ کے معجزات میں آپ کی بیان کردہ شریعت کا مرتبہ کتنا بڑا ہے

اور معجزوں میں، سب سے بڑا اعجاز یہی شریعت ہے جس میں رعایت اور کلیسا دونوں پر یکساں مؤاخذہ ہے جیسا کہ مکہ معظمہ میں قریش بنو مخزوم کی ایک بی بی نے سرقہ کا ارتکاب کیا اور مال برآمد ہونے پر آپ نے ہاتھ قلم کرنے کا حکم فرمایا اس کے خاندان والے گھبرا گئے کون سفارش کرے کہ اس عورت کا خاندان بہت ممتاز ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ زید کے بیٹے اسامہ تجویز ہوئے مگر ان کی سفارش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سفارش کرتے ہو، یہ وطیرہ یہود و نصاریٰ کا تھا کہ بڑا آدمی مرتکب ہو تو بات گول مول کر جاتے اور اگر معمولی شخص سے ارتکاب ہوتا تو اس پر شریعت لاگو ہو جاتی

وایم اللہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا

بخدا اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرے تو میں اسکا ہاتھ بھی کٹوا دونگا اثر شریعت میں یہ ہمواری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا معجزہ ہے،

خداوند عالم نے آپ کے ارفع مدارج کے لئے آپ کو ایسی شریعت کی ترتیب کا ذمہ دار بنایا، جس میں کہیں جھول نہیں جو محسوس اعجاز ہے

بایں ہمہ خلاف عادت امور میں بھی آپ کو متمیز قرار دیا، جن میں بے شمار امور کے ساتھ آپ کا جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر تشریف لے جانا بھی ہے ولو کرہ المنکرون اگرچہ منکرین رسالت اس سے انکار ہی کیوں نہ کریں، ہمارے لفظ منکرین رسالت پر خفا نہ ہو جائیے، کفر و ایمان اور انکار و الحاد کے بھی درجات ہیں "

بخاری شریف نے ایمان کے درجات اور اس کی کمی یا بڑھوتری میں جو عنوان مدون ہیں، میعدی اور نفی کی کتابوں کے ساتھ پر نظر ڈالئے، یوں اس کے لئے حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر لیکن یہ کفر ابتدائی درجہ کا ہے اور اگر اس ترک پر دوام ہوتا جائے تو کفر کا درجہ بھی بڑھتا جائے گا، اسی طرح ایمان کا معاملہ ہے، جس کا آخری درجہ ہمارے آپ کے لئے حدیث جبرائیل فاعبد اللہ کانک تراہ سے ہے نماز میں اس قدر توجہ رہے جیسے تو آنکھوں سے خدا کو دیکھ رہا ہے ۔ اس مقام پر ان لوگوں کا کیا تذکرہ جو نماز میں خدا کے سوا دوسرے تصورات کے مؤید ہیں

وما قدروا اللہ حق قدرہ،

پس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقتی اعجاز میں جن خوارق کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے وہ معراج ہے

بدنظری ایک عام روحانی مہلک مرض

(ماسٹر محمد عمرخان گڑھ)

آجکل اس فحاشی اور بے حیائی کے دور میں
جہاں عریانیت اور بے پردگی عام ہو، تقویٰ
شکن معاشرہ میں جہاں نیکی نفس تہذیب و شرافت
مفقود ہو بدنظری ایک عام روحانی مہلک مرض
ہے۔ اکثر لوگ اس کو خفیف سمجھ کر کرتے
رہتے ہیں، اس لئے یہ مرض بسا اوقات
بڑھاپے تک ساتھ رہتا ہے اور جب تک
خداوند تعالیٰ کا فضل خاص شامل نہ ہو، اس
وقت تک بچنا ممکن ہے، مولانا رومیؒ
فرماتے ہیں ؎

گر ہزاراں دام باشد بر قدم
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم

اگر خدا تعالیٰ کی نظر کرم شامل ہو تو پھر کوئی
غم اور اندیشہ نہیں، قرآن حکیم نے جہاں
عورتوں کو گھورنے سے منع فرمایا ہے
وہاں لڑکوں کے ساتھ غیر فطری افعال قبیحہ
کرنے سے قوم لوط کی نظیر پیش کر کے پوری
امت مسلمہ کو اس کے مہلک نتائج سے
خبردار کیا ہے،

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ
نے فرمایا کہ جس مرد سے اگرچہ وہ امرد یعنی
لڑکا نہ ہو گفتگو میں اس کی آواز اور اس کے
نقشہ اور چہرہ اور آنکھوں سے نفس کو لطف
ملنا شروع ہو فوراً ہٹ جاوے،

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اخوف ما اخاف علی امتی
عمل قوم لوط"

سب سے زیادہ خوف جو میں اپنی امت
پر کرتا ہوں وہ قوم لوط کا عمل ہے!
دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،

ملعون من عمل عمل قوم لوط

جس شخص نے قوم لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے
اسی بناء پر لڑکوں کے ساتھ اختلاط اور
پھر بدنظری کی لطف اندوزی اکثر افعال
قبیحہ کا ارتکاب کرا دیتی ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں کہ امرد کے ساتھ حظ نفس کا
نقطۂ آغاز خدا تعالیٰ سے بُعد و فراق کا
نقطۂ آغاز ہوتا ہے، ایک بوڑھا آدمی
حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی
رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا، ذاکر و شاغل
تھا، حکیم الامت کی خدمت اقدس میں عریضہ
تحریر کیا کہ مجھے ایک حسین لڑکے سے محبت
ہے، آجکل وہ مجھ سے ناراض ہے
کوئی وظیفہ ارشاد فرما دیں جس سے وہ
راضی ہو،

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ نے
جواباً تحریر فرمایا کہ خدا کے لئے اپنے حال
پر رحم کیجئے یہ تعشق تو حرام ہے، غیر خدا
سے دل لگانا اور پھر معرفت و سلوک
کی منازل طے کرنا متضاد بات ہے
خدا تعالیٰ سے توبہ کیجئے ورنہ تو مجھے تیرے
سوء خاتمہ کا ڈر ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ
کا ارشاد ہے کہ بعض لوگوں کو اس قدر مخفی
عشق ہوتا ہے کہ خود عاشق کو بھی احساس نہیں
ہوتا اور زندگی بھر پتہ نہیں پاتے،
بعض لوگ کہتے ہیں کہ میری نظر پاک ہے
میں اس حسین سے کوئی برا ارادہ نہیں
رکھتا، لیکن واضح رہے کہ اگر یہی حسین
اس کے پاس تنہائی میں رات گذارے
پھر دیکھئے اپنے نفس کے ہنگاموں اور
زلزلوں کو کہ کس طرح منٹوں میں نیت
بُری ہوتی ہے،"

ابلیس نے حضرت رابعہ بصریہؒ اور حسن بصریؒ
کے متعلق کہا تھا کہ ایسے جلیل القدر ولی بھی
اگر تنہائی میں کچھ وقت گذاریں تو میں ان دونوں
کا تقویٰ توڑ دوں، اسی سبب سے اجنبیہ اور
امرد کے ساتھ تنہائی حرام ہے

حضرت لاہوری قدس سرہٗ العزیز فرماتے
تھے، ایک ذاکر شاغل نے مجھے اپنے ذکر
کی کیفیت بتاتے ہوئے کہا مدت ہوئی میں
خلوت میں اللہ اللہ کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے
میرے دل میں ایک روشنی معلوم ہوتی
تھی، لاہور کے کسی بازار میں سے ایک دن
گذر رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک

غیر محرم اجنبیہ پر پڑی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آجتک پھر وہ مجھے نور دیکھنا نصیب نہ ہوا راہ چلتے ہوئے اگر بدنگاہی ہوئی تو دل کے اندر سے نور نکل جانے اور اسکی ظلمت سے پریشانی کا وبال آتا ہے، لیکن اگر کسی نامحرم عورت یا حسین لڑکے پر ایسی جگہ بدنگاہی ہو جس کا رات دن آنا جانا اور اس کے ساتھ خلوت میں رہنے کا اتفاق ہوتا ہو تو پھر اس کے ساتھ عشق میں مبتلا ہو کر کبیرہ گناہ کا خطرہ بڑھ جاتا ہے لہذا ایسے امرد یا اجنبیہ سے سخت احتیاط کرنا لازم ہے

حکیم الامتہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ لڑکوں کے عشق میں عورتوں کے عشق سے زیادہ ظلمت ہوتی ہے کیونکہ عورت کسی وقت میں بعد نکاح حلال ہو سکتی ہے لیکن مرد کبھی بھی کسی مرد کے لیے حلال نہیں ہو سکتا، اس وجہ سے اسکی ظلمت نہایت شدید ہے

علاج: جس شخص کے چہرہ اور آنکھوں کی بناوٹ اور گفتگو سے نفس کو لذت اور لطف محسوس ہوتا ہو، اس سے تعلقات منقطع کرلے اور کسی اللہ والے کی صحبت میں گاہے بگاہے التزاماً حاضری دیتا رہے اور کچھ دیر خلوت میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہے،

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شہوت اور بدنگاہی کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے سے ولائت خاصہ عطا ہوتی ہے،

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خصی ہونے سے منع فرمایا، نامرد ہو نا گناہوں کے خوف سے جائز نہیں بلکہ نفس و شیطان کا مقابلہ کرنا اصل مردانگی ہے

بقیہ : شذرہ

عام طور پر دستیاب ہو جاتی ہے کوئی پوچھنے والا نہیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور ہمارے خیال میں اس بلیک کی تمامتر ذمہ داری مٹھائی، بیکری اور مشروبات وغیرہ کی مصنوعات بنانے والوں پر عائد ہوتی ہے جن کی دکانوں کی سجاوٹ اور رونق میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی، یہ چیز نہ ہی معاشرہ کی ضرورت ہے نہ ان سے پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہی پیاس بجھتی ہے ان لوگوں کے پرمٹ منسوخ کئے جائیں۔ اور چینی عام صارفین کے لیے مختص کر دی جائے اور اگر اسے کھلی مارکیٹ میں لایا جا سکے تو اس سے بہتر کوئی حل ہی نہیں یہی اسلام ہے اور یہی انصاف!

آیت کریمہ

۱۹ر جون بعد نماز مغرب پڑھی جائے گی۔

(انشاء اللہ)

بقیہ : تاریخی غلط فہمی

اور نہ ہی نظریہ پاکستان کے تقاضے پور کر سکتا ہے۔۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کی حفاظت فرما کر اس کے قائدین، مدبرین علماء اور اساتذہ کو فکر صحیح کی روشنی سے سرفراز فرمائے اور جذبہ عمل کی فراوانی بخشے

بقیہ : ماں کا دودھ

(۱) مدقوق عورت،

(۲) چھاتی کا دبیلہ پھوڑا

(۳) بچہ جننے کے وقت زیادہ جریان خون ہو چکا ہو جسکے باعث زچہ نحیف لاغر ہو

(۴) اگر دودھ پلانے سے پہلے کوئی بچہ یا بچے صحیح یا تندرست نہ رہتے ہوں اور مرجاتے ہوں

(۵) قدرتی اور پیدائشی طور پر دودھ کا فقدان یاد رکھئے ہر بچہ کی نشوونما کے لئے صرف ماں کا دودھ اور وہ بھی ماں کی گود سے ہی افضل اور مکمل غذا ہے ہے

بقیہ : شاہ ولی اللہ

اور تصانیف بھی انہی مذاہب کی زیادہ ہیں اسوقت جو امر حق، ملاء اعلیٰ کے علوم سے مطابقت رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں کو ایک مذہب کی طرح کر دیا جائے، دونوں کے مسائل کو حدیث نبوی کے مجموں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے جو کچھ انکے موافق ہو اسکو رکھا جائے اور جسکی اصل نہ ہو اسکو ساقط کر دیا جائے پھر جو جزئی تنقید کے بعد ثابت ہوں اگر وہ دونوں مذہبوں میں متفق علیہ ہوں تو مسئلہ میں دونوں کے قول تسلیم کئے جائیں،

بادۂ شیراز در جامِ اردو

صبح دولت میدمد کو جام ہمچو آفتاب
فرصتی زین بہ کجا باشد بدہ جامِ شراب

خانہ بی تشویش و ساقی یار و مطرب بذلہ گو
موسم عیش ست و دور ساغر و عہدِ شباب

شاہد و مطرب بدست افشاں و بستاں پای کوب
غمزۂ ساقی ز چشم می پرستاں بُردہ خواب

جای امن و یار ساقی و حریفاں یک جہت
کردہ چشمِ مست ساقی می پرستاں را خراب

خلوت خاص است و جائے امن و نزہتگاہِ اُنس
اینکہ می بینیم بہ بیداری ست یارب یا بخواب

از پی تفریح طبع و زیورِ حُسن و طرب
خوش بود ترکیب زرّیں جام با لعل مذاب

از خیالِ لطفِ مے، مشاطۂ چالاک طبع
در ضمیرِ برگِ گل خوش میکند پنہاں گلاب

تا شد آں مہ مشتری درہائے حافظ را کنوں
می رسد ہر دم بگوش زہرہ گلبانگِ رباب

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازیؒ

دن چڑھا ہے جام کے مانند نکلا آفتاب
اس سے اچھا کون سا موقع ہے، لا جامِ شراب

گھر میں گھر والے نہیں، ساقی بھی ہے مطرب بھی ہے
عیش کا موسم ہے دَورِ مے ہے اور عہدِ شباب

شاہد و مطرب بھی ہیں ہمراہِ مستاں رقص میں
غمزۂ ساقی نے رندوں کے اڑائے ہوش و خواب

دوست اور دشمن سبھی اس بزم میں یکرنگ ہیں
مے پرستوں کو کیا ہے چشمِ ساقی نے خراب

خاص خلوت ہے مقامِ عیش و جائے امن ہے
یا الٰہی یہ ہے بیداری کا عالم یا ہے خواب؟

دل کے بہلانے کا نسخہ، حُسن کا زیور بھی ہے
جامِ زرّیں میں ہے کیا خوشرنگ یہ لعلیں شراب

واہ کیا ہے حسنِ فطرت کو خیالِ لُطفِ مے
پھول کی پتّی میں پوشیدہ ہے شبنم کا گلاب

جب سے حافظ تیرے شعروں کا ہے وہ ماہ مشتری
زہرہ کے کانوں تلک پہنچا ہے گلبانگِ رباب

تلمیذ خواجہ شیراز حکیم آزاد شیرازی

ابو الکلامیات

قرآنی نکات

مرسلہ: ڈاکٹر شبیر بہادر خان، (پٹنی)

۱، دنیا میں ہمیشہ انسان کی سب سے بڑی گمراہی نبیوں کی تعلیمات سے انکار پر نہیں، بلکہ کج اندیشانہ اعتراف سے پیدا ہوئی

۲، سورۃ حج کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-
آیت نمبر ۴۶ نے انسان کے ذہنی تعطل اور قلبی غفلت کی کیسی کامل تصویر کھینچ دی فرمایا، اگر فہم و بصیرت کی ساری دلیلیں ان کے لئے بے سود ہیں تو کیا آنکھوں کا مشاہدہ بھی کچھ کام نہیں دیتا؟ کیا انہوں نے زمین میں سیر و گردش نہیں کی؟ حوادث و انقلابات عالم کے نتائج نہیں دیکھے؟ کیا ان کے کان بہرے ہوگئے کہ سُن نہیں سکتے؟ اور عقلیں ماری گئیں کہ سمجھ کام نہیں دیتی؟ پھر خود ہی ان سارے سوالوں کا جواب دیدیا
کہ :- فانها لا تعمى الابصار
ولكن تعمى القلوب التى فى
الصدور.

اصل یہ ہے کہ جب کسی پر اندھے پن کا وقت آتا ہے تو آنکھوں کی بصارت نہیں جاتی، دل کی بصیرت جاتی رہتی ہے، اور اسی بصیرت سے ساری بصارت ہے

۳، مجھے ڈر ہے، دلِ زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے!

انسانی سیرت (کیریکٹر) کی فضیلت اور اس کی اٹل کامرانیاں

سورۃ یوسف کی تفسیر میں حضرت مولانا آزاد تحریر فرماتے ہیں :-
انسان کے لئے سب سے بڑی آزمائش جذبات ہی کی آزمائش ہے"
مظلومی و بیچارگی کی حالت میں صبر کرلینا بلاشبہ ایک بڑائی ہے، لیکن طاقت و اختیار کی حالت میں بدلہ نہ لینا اور بخش دینا سب سے بڑی بڑائی ہے

۳، علم تاویل الاحادیث، باتوں کا نتیجہ و مآل بوجھ لینے کا علم،
یعنی انسان میں علم و بصیرت کی ایسی قوت کا پیدا ہوجانا کہ ہر بات کے مطلب و مآل کا شناسا ہوجائے،

۴، بسا اوقات خاندان کے موروثی اثرات خارجی اثرات سے بے نیاز کردیتے ہیں
لیکن حضرت یوسف کے خاندان کا ورثہ نبوت تھا، شہریاری و ملک داری نہ تھا،
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توطن کنعان کے بعد سے تو شہری زندگی بھی یک قلم مفقود تھی"

۵" تاریخ انسانیت کے نوادر

اور کوئی شخص کتنے ہی مخالفانہ ارادے سے مطالعہ کرے، لیکن تاریخ اسلام کے چند واقعات اس درجہ واضح اور قطعی ہیں کہ ممکن نہیں ان سے انکار کیا جائے،

ازاں جملہ یہ کہ جو جماعتیں پیغمبر اسلام کی مخالف تھیں، ان کے تمام کام اول سے لیکر آخر تک ظلم و تشدد، دغا و فریب، وحشت و خونخواری پر مبنی رہے :-
اور پیغمبر اسلام اور ان کے ساتھیوں نے جو کچھ کیا، ان کا ایک ایک فعل، صبر و تحمل راستی و دیانت، عفو اور بخشش کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ تھا"
مظلومی میں صبر، مقابلہ میں عزم، معاملہ میں راست بازی، طاقت و اختیار میں درگذر، تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر کبھی

زندگی ایک دن ہو یا سو سال گذرجاتی ہے
کمبلی ہو کاندھے پہ یا شال گذرجاتی ہے
امیروں کی اگر با اقبال گذرجاتی ہے
غریبوں کی بھی بہرحال گذرجاتی ہے

ہے تکبر زر پہ لاحاصل کہ بعد از مرگ بس
ایک ہی رستہ ہے سب شاہ و گدا کیواسطے
مال و زر ملک و زمین گنج و سپاہ
کب کسی کو ہے بقا سب ہے فنا کیواسطے

شریعت کی پیروی نہ کرنا بدبختی کی علامت ہے

محمد شفیع عمرالدین ۔ میرپور خاص (سندھ)

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

(۱) سبحان اللہ، افلاطون جو رئیس الفلاسفہ ہے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی دولت کو پایا، مگر نادانی سے اس نے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مستغنی جانا اور آپ کا گرویدہ نہ بنا اور برکات نبوت سے بہرہ مند نہ ہوا،

(از مکتوب ۲۳ دفتر سوم)

(۲) لھذا ۔

محال است سعدیؒ کہ راہِ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ،

(بقول حضرت سعدی صاحبؒ نیکی اور پرہیزگاری کے راستہ پر چلنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سوا ناممکن ہے، آپ کی پیروی کے بغیر محرومی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا،)

افلاطون نے اپنی بے عقلی سے اپنے نفس کی صفائی کی وجہ سے جو اسے ریاضتوں اور مجاہدوں سے حاصل ہوئی تھی اپنے آپ کو بعثت حضرات انبیاء علیہم السلام سے مستغنی جانا اور کہا کہ ہم ہدایت یافتہ قوم ہیں ہمیں کسی ہادی کی ضرورت نہیں،

اس احمق نے یہ نہ سوچا اور یہ حقیقت نہ جانی کہ جو صفائی حضرات انبیاء علیہم السلام کی متابعت کے بغیر صرف اپنی ریاضتوں سے حاصل کی گئی ہو اس کا حکم سیاہ تانبے کی مانند ہے جس پر سونا چڑھا ہوا ہو یا اس زہر کی طرح ہے جس پر شکر کا غلاف چڑھا دیا گیا ہو،

لھذا حضرات انبیاء علیہم السلام کی متابعت ہی ہے کہ جو تانبے کی حقیقت کو بدل کر سونا بنا دیتی ہے اور نفس کی امارگی سے اطمینان کی طرف لاتی ہے۔ حکیم مطلق جل شانہٗ نے نفس امارہ کی عاجزی اور تخریب کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور شریعتوں کو مقرر کیا ہے، اس نفس کی خرابی، بلکہ اصلاح کو، حضرات انبیاءؑ علیہم السلام کی پیروی کے سوا اور کسی چیز میں نہیں رکھا،

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی پیروی کے بغیر اگر ہزاروں ریاضتیں اور مجاہدے کئے جائیں تو بقدر سر مو (بال برابر) بھی اس کی امارگی کم نہ ہوگی، بلکہ اس کی سرکشی اور زیادہ بڑھے گی، (از مکتوب ۱۲۱ دفتر اول)

(۳) ہم نے بہت سے ہندوؤں اور ملحدوں کو دیکھا ہے کہ انہیں "جذب" حاصل ہے اگر وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے مزین نہیں ہیں اسلئے وہ خراب و ابتر ہیں، اور صورت جذب کے سوا ان کو کچھ حاصل ہی نہیں ہوتا، (وہ آخرت کی نجات جو پیروی پر منحصر ہے محروم ہیں

از مکتوب ۱۲۱ ۔ دفتر سوم)

(۴) حضرات انبیاء علیہم السلام جہان والوں کے لئے رحمت ہیں، حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان حضرات کو خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور ان برگزیدہ ہستیوں کے ذریعے اپنے بندوں کو اپنی جناب قدس کی طرف بلایا ہے، اور دار السلام (جنت) جو اس کی رضاء کا گھر ہے اس کی دعوت دی ہے وہ شخص محروم و بدنصیب ہے جو دعوتِ "کریم" کو قبول نہ کرے اور اس کی دولت کے دسترخوان سے فائدہ نہ اٹھائے ان بزرگ حضرات نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن باتوں کی تبلیغ فرمائی ہے ۔۔ وہ سب صحیح اور سچی ہیں، ان پر ایمان لانا فرض ہے

جادۂ راہ حق غیر از فنا ملتا نہیں
ہے خودی جب تک کہ انساں میں خدا ملتا نہیں
دے جو محتاجوں کو دینا ہے کہ فرصت ہے ابھی
ڈھونڈتا ہے گور میں قارون گدا ملتا نہیں

تعارف و تبصرہ

علم و آگہی کا رئیس الاحرار نمبر

گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی اس لحاظ سے ایک منفرد ادارہ ہے کہ اس نے تعلیم و تدریس کی دنیا میں جہاں روایتی خدمات سرانجام دیں وہاں تاریخ و ادب میں بھی اس کا رول نمایاں اور بجا طور پر مستحق تحسین ہے،

کالج کا مجلہ "علم و آگہی" کے نام سے چھپتا ہے جس کے سرپرست کالج کے علم دوست پرنسپل سید امتیاز حسین صاحب ہیں ابھی حال ہی میں اسکا ایک خصوصی شمارہ ۲۲×۱۸/۸ کے ۲۴۷ صفحات پر مشتمل شائع ہوا ہے جو آزادی ہند کے نامور قائد اور خلافت کے روح رواں حضرت مولانا محمد علی جوہر خلد آشیانی کی سوانح اور خدمات پر مشتمل ہے، مولانا محمد علی صاحب نے اس دور میں کلمہ حق بلند کیا جب اسکا صلہ آہنی زنجیروں کی شکل میں ملتا تھا، لیکن وہ نہ گھبرائے اور نہ انہوں نے حوصلہ ہارا اور ملک و قوم کے لئے مسلسل نبرد آزما رہے حتیٰ کہ یہی جنگ لڑتے لڑتے وہ وطن سے ہزاروں میل دور لندن میں اپنے اللہ کے حضور پہنچ گئے، وہ لندن میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے گئے تھے، ملک کی آزادی کے لئے انہوں نے وہاں صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ میں آزاد ملک کی موت کو غلام ملک کی زندگی پر ترجیح دونگا اور پھر وہی ہوا کہ وہ موت کی آغوش میں چلے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے پردۂ غیب سے ان کی تدفین کا انتظام بیت المقدس میں کردیا جہاں وہ آسودہ راحت ہیں ان کی خدمات اور قربانیوں پر کما حقہٗ کام نہیں ہوا، اور یہ ہمارا المیہ ہے مقام مسرت ہے کہ نیشنل کالج نے اس طرف توجہ دی اور اپنے مجلہ کا خصوصی نمبر شائع کیا،

اس نمبر میں خاندان، سیرت و سوانح، صحافت، شاعری، تاریخ و نوادر اور خراج عقیدت اور معاصر کے عنوانات سے بہت کچھ سمیٹ لیا گیا ہے اور ہر مضمون اپنی جگہ اہم اور بڑا قیمتی ہے،

مرحوم کے خاندان پر ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب کا مقالہ بڑے معرکہ کا ہے، اور معاصرین میں علامہ اقبال اور جوہر مرحوم کے عنوان سے پروفیسر ابو سلمان شاہ جہان پوری کی فاضلانہ تحریر لائق مطالعہ،

کالج کے تین فاضل اور لائق اساتذہ، جناب ابو سلمان شاہ جہان پوری، ڈاکٹر انصار زاہد اور پروفیسر فصیح الدین صدیقی نے کمال محنت سے یہ مجلہ مرتب کیا ہے جس پر وہ اور کالج کے پرنسپل مستحق تبریک ہیں"

پاکستان بھر کے کالجوں کے پرنسپل اور ذمہ دار حضرات اپنے مجلات کے اس طرح کے نمبرات مرتب کرانے کا اہتمام کر دیں تو سال بھر میں وطن عزیز کی آزادی کی مختلف تحاریک اور مختلف قائدین اور ذمہ دار حضرات کی شخصیات پر اتنا مواد سامنے آسکتا ہے کہ جو آئندہ نسل کے لئے عظیم سرمایہ ہوگا امید ہے کہ اہل ذوق حضرات اس محنت کی قدر کریں گے،"

تحریک پاکستان (افکار و مسائل)

۱۲۴، صفحات کا یہ رسالہ بھی گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کے مجلہ علم و آگہی کا خصوصی شمارہ ہے، پاکستان کی تحریک کیا تھی؟ اور اس کے ۳۳ سال کیسے گذرے؟ یہ سوالات اپنی جگہ بڑے اہم ہیں، لیکن ملک میں بسنے والے وہ دانشور جو پاکستان کے نام پر بہت کچھ بن گئے آج تک کوئی ڈھنگ کا کام نہیں کر سکے، حتیٰ کہ آجتک ملک کی کوئی مستند تاریخ نہیں لکھی جاسکی،

کالج کے پرنسپل سید امتیاز حسین نے اسکا اہتمام

لیا کہ بعض وہ حضرات جنہوں نے اس تحریک
کو اپنی آنکھوں دیکھا اور اسمیں عملی حصہ بھی
لیا ان کے سامنے سوالات پیش کرکے ایک
ایک دستاویز مرتب کرادی جو ایک اسکالر
اور محقق کے لئے یقیناً معرکہ کی چیز ہو گی
اس خصوصی شمارہ میں دو سوالنامے ہیں
اور ایک حصہ مقالات، پہلے سوالنامہ
کا جواب دینے والوں میں حفیظ جالندھری
ڈاکٹر عبد السلام خورشید، جناب مختار زمن،
اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی شامل ہیں
جبکہ دوسرے سوالنامہ کا جواب دیا ہے
جسٹس ایم بی، احمد، پروفیسر فاطمی،
پروفیسر شریف، جسٹس قدیر الدین احمد
اور پروفیسر رحمت فرخ آبادی نے،
مقالات، پروفیسر رحیم بخش شاہین، ڈاکٹر
الیس معین الحق، پروفیسر جہانگیر عالم، پروفیسر
اسحاق لاشاری، اور پروفیسر چھنہ کے ہیں
تحریک پاکستان کے طلبہ اور دوسرے
شائقین کے لئے یہ ایک انمول خزانہ ہے
کالج نے اپنے مجلہ کے دو خصوصی نمبر سندھ پاک
کے مختلف النوع اداروں اور پھر ایک نمبر
بانی پاکستان سے متعلق شائع کیا، اور
اب یہ دو دستاویز سامنے آئی ہیں جو
اپنی جگہ بڑی اہم ہیں، شائقین کا فرض ہے
کہ وہ کالج انتظامیہ کی بھرپور حوصلہ افزائی
کریں تاکہ یہ کار خیر مزید آگے بڑھ سکے۔

—— علوی ——

تفسیر آیت مباہلہ ہمارے فاضل
دوست مولانا عبد الغنی صاحب شیدا
بڑی خوبیوں کے مالک ہیں، علم و ادب
کا ستھرا اور نکھرا ہوا ذوق اللہ تعالیٰ نے
انہیں عطا فرمایا ہے اور وہ ان خداداد
صلاحیتوں کو حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان
کے خلاف یہودی، مجوسی، پروپیگنڈہ کی
تردید اور حقائق کا چہرہ نکھارنے میں
خرچ کر رہے ہیں، اس سلسلہ میں موصوف
کے چند فاضلانہ رسائل اس سے قبل سامنے
آچکے ہیں،

قرآن کریم کی سورۃ آل عمران میں نجران
کے عیسائیوں سے حضور علیہ السلام کی
دعوت مباہلہ کا صراحت و وضاحت کے
ساتھ ذکر ہے، جسکو عجیب و غریب رنگ
دیکر یار لوگوں نے کچھ سے کچھ بنا ڈالا ہے
سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم سے کسی بھی قسم کی نسبت رکھنا یقیناً
سعادت ہے، لیکن سب سے عظیم
نسبت صحابیت ہے جس کے فضائل
میں قرآن کریم کی ان گنت آیات اور
سرکار کے دسیوں ارشادات موجود
ہیں، صحابہ ملت کے وہ محسن ہیں جن
کی قربانیوں نے اسلام کو اقصائے عالم
میں پہنچایا، ورنہ غارت گران دین نے
کونسی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی،

آج المیہ یہ ہے کہ نسبت صحابیت کو
نظر انداز کرکے دوسری نسبتوں پر بہت
زور دیا جاتا ہے اور ان میں بھی بعض
حضرات کے لئے زیادہ اہتمام ہوتا ہے
اور جو باقی حضرات ان ہی نسبتوں سے
سرفراز ہیں انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے
قرآن کی دعوت مباہلہ کے سیدھے سادے
مسئلہ کی آڑ میں دشمنان صحابہ نے جو دور
از کار تاویلات کیں اور ان کی ...... دوستی
کے رنگ میں تحریفات و تلبیسات کا جو دفتر
کھولا اسکا مسکت جواب یہی ہے کہ حقائق
قرآنی کو صحیح ماخذ کی روشنی میں دنیا کے
سامنے لایا جائے،

موصوف کی یہ کتاب اس سمت ایک مثبت
قدم ہے جو لائق مطالعہ اور قابل قدر ہے
فرد واحد کی کوشش و کاوش قابل تحسین
ہے اور معاشرہ کی طرف اسکی قدر افزائی وقت
کی ضرورت!

۶/- روپیہ میں یہ قیمتی متاع جمعیت محبین
صحابہؓ مدنی مسجد فاروق گنج لاہور سے دستیاب
ہے۔

کچھ لوگ تماشائے زر و مال میں خوش ہیں
اور بعض تماشائے خد و خال میں خوش ہیں
اسباب ہیں سودائی یہ سب رنج و الم کے
اچھے ہیں وہی کہ ہر حال میں خوش ہیں

تخفیفِ اسلحہ اور بقائے عالم

اس وقت دنیا میں تخفیفِ اسلحہ کے مسئلہ پر زبانی جمع خرچ بہت ہو رہا ہے، لیکن اس پر عمل کتنا ہو رہا ہے؟ قارئین کی دلچسپی کے لئے ماہرین کی رپورٹ پیشِ خدمت ہے، جس سے پتہ چل سکتا ہے کہ اس وقت دنیا میں جنگ پر کتنا خرچ ہو رہا ہے، اور امن پر کتنا خرچ کیا جاتا ہے، دنیا جنگ اور تخریب چاہتی ہے، کہ امن اور تعمیر کی خواہش رکھتی ہے،

(۱) پوری دنیا میں اسوقت ایک کروڑ روپے فی منٹ کے حساب سے خرچ کیا جا رہا ہے

(۲) فوج اور اس سے منسلکہ اداروں میں کام کرنے والوں کی تعداد تقریباً تمام ٹیچروں کے برابر ہے یعنی چھ کروڑ۔

(۳) ایک فوجی کو مسلح کرنے میں اتنا خرچ آتا ہے کہ جس سے اسّی بچے تعلیم پا سکتے ہیں

(۴) عالمی ادارہ صحت (W H O) نے دنیا بھر میں ملیریا کے انسداد کے لئے جو مہم چلائی اس پر اتنا خرچ بھی نہ ہوا جتنا کہ فوجی مصارف پر نصف دن میں خرچ ہوتا ہے

(۵) ایک بمبار طیارے پر اتنی لاگت آتی ہے جتنی چیچک کے خلاف دس سال تک دنیا بھر میں مہم پر آتی ہے

(۶) جدید ایٹمی میزائل سے لیس آبدوز کی تیاری میں جتنی رقم خرچ کی جاتی ہے اس سے ساڑھے چار لاکھ مکانات معقول تیار ہو سکتے ہیں

قارئین اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دنیا کہتی کیا اور کرتی کیا ہے۔

(زاہد آفریدی)

بقیہ : احادیث الرسول ؐ

انشاء اللہ تعالیٰ اس حسنِ نیت کا ثواب مستقل ملے گا۔ ہم نے اچھے بھلے سمجھدار لوگوں کو دیکھا کہ وہ کہتے ہیں جلدی سے نماز پڑھ لیں پھر آرام سے کھانا کھائیں گے"۔ حالانکہ ہونا یوں چاہیے کہ جلدی سے کھانا کھا لیں پھر آرام سے نماز پڑھیں گے تو مزہ اس میں ہے۔ اصل مقصد تو نماز و عبادت ہے کھانا ایک ضرورت ہے کھانے کو نمٹانے کی فکر ہونا چاہیے اور اصل مقصد کو مقصد بنانا چاہیئے۔ اسی طرح کسی کو بول و براز کا تقاضہ ہے اور سوچا کہ چلو جلدی سے نماز پڑھ لو پھر قضا حاجت کی فکر کریں گے تو ذہن مسلسل بوجھ کا شکار رہے گا اور بول و براز روک لینے میں تکلیف کا اندیشہ بھی ہے۔ نماز اسی کا شکار ہو جائیگی اور اگر طبعی حاجت پوری کرنے کے بعد ہلکا اور یکسو ہو کر اطمینان اور سکون سے نماز پڑھی تو وہ نماز انشاء اللہ تعالیٰ دوگونہ برکات و ثمرات کا باعث بنے گی۔

اس حدیث پاک کی روشنی میں کھانے کی موجودگی و رغبت کے باوجود نماز پڑھنے اور بول و براز کی حاجت کے وقت نماز میں مشغول ہونے کو فقہاء نے مکروہ لکھا اور فقہاء کی اصطلاح میں مطلق مکروہ کا مقصد مکروہ تحریمی ہوتا ہے جو حرام کے قریب ہے۔ اس لیے احتیاط بہت لازم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ ط

"کریں گے اہل نظر تازہ بستیاں آباد"

قادری برادرز انٹر پرائزز

کی مایۂ ناز فخریہ پیش کش

گوجرانوالہ شہر کے قریب ترین عظیم الشان

رہائشی منصوبہ

اجمل ٹاؤن

خصوصیات کشادہ سڑکیں، بجلی، لوئے اینڈ گرلز سکول، مسجد، پٹرول پمپ، پارک، ۲۴ گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت۔

محل وقوع بر لب بائی پاس روڈ نوشہرہ سانسی، اعوان چوک گوجرانوالہ

طریقہ حصول پلاٹ وادائیگی کل قیمت کا ۱/۴ حصہ بطور بیعانہ ادا کر کے رجسٹری حاصل کریں۔

نوٹ :۔ قبضہ فوری۔ سائٹ آفس روزانہ ۱/۲ ۷ بجے صبح تا ۱/۲ ۷ بجے شام کھلا رہتا ہے۔

۱/۲ ۴ مرلے ۹ مرلے ۱۰ مرلے کے رہائشی و کمرشل پلاٹس

قیمت : ۱۵۰۰ روپے تا ۲۵۰۰ روپے فی مرلہ

اعوان چوک
بائی پاس روڈ
اجمل ٹاؤن
خالد ماڈل ٹاؤن
نوشہرہ سانسی روڈ
سنگیت سینما
گوجرانوالہ شہر
اندرونی
کھیالی دروازہ
جی ٹی روڈ
راولپنڈی
لاہور

رابطہ کے لئے

★ رحمن پراپرٹی ڈیلر گلی شیخانوالی کھنڈ بازار گوجرانوالہ

★ محمد ازہر صدیق ★ حاجی محمد بشیر

★ مولانا عبدالوہاب، شہاب بک ڈپو

اے ڈی ماڈل سکول نزد صغیر چوک گوجرانوالہ

★ محمد اشرف محمد رفیق فون ۴۶۹۳، ۷

★ شیخ عبدالمجید فون ۳۸۷۸، ۷

★ شیخ عبدالرشید فون ۵۵۱۹، ۷
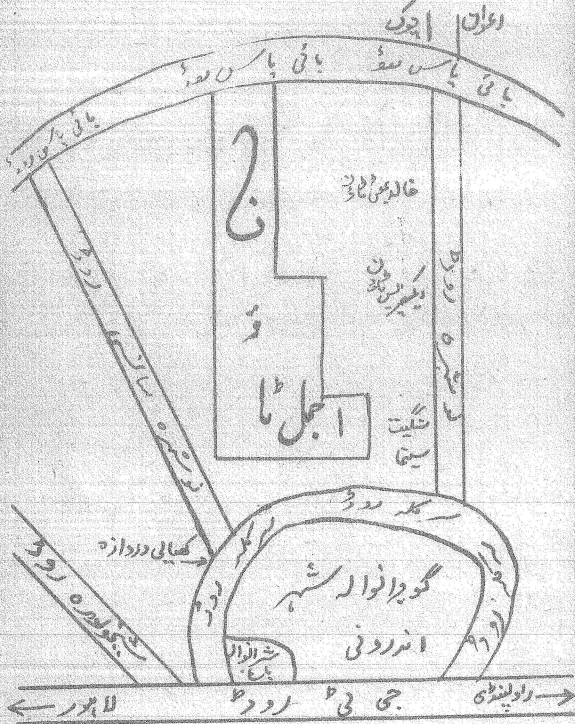
مدرسہ رحمانیہ سراجیہ رجسٹرڈ
شہید روڈ میاں چنوں ضلع ملتان
زیر سرپرستی: پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم کندیاں
مدرسہ رحمانیہ نے پونے دو سال کے قلیل عرصہ میں نمایاں ترقی کی ہے۔ مدرسہ رحمانیہ میں قرآن کریم حفظ و ناظرہ کے ساتھ ساتھ بچیوں اور بچوں کے لیے پرائمری تک عام تعلیم کا اجرا بھی کر دیا گیا ہے مدرسہ رحمانیہ میں عنقریب درس نظامی کی تعلیمات کا اجرا کیا جا رہا ہے اپنے بچوں کے بہتر مستقبل اور تعمیر سیرت کے لیے مدرسہ رحمانیہ سراجیہ میں داخل کروائیں ادارہ نمایاں خصوصیات کے باوجود اہل خیر کے تعاون ہی سے چل رہا ہے اور آپ بھی ان میں شامل ہو سکتے ہیں
خصوصی معاونین: کیپٹن ڈاکٹر رشید احمد چوہدری، حاجی کفایت اللہ گلیکسو، انجم اسلام چوہدری لندن، اور محمد اکرم بن چوہدری غلام محمد۔ سعودی عرب۔
حافظ عبدالحق عابد مہتمم مدرسہ ھذا

الجہاد ماضٍ الیٰ یوم القیٰمۃ

جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔ فرمان نبویؐ

جب تم جہاد چھوڑ دوگے تو ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ

بانی:۔ امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید بریلوی نور اللہ مرقدہٗ

جماعت مجاہدین کا احیاء

اہل اسلام جہاد صرف دفاع کا نام ہی نہیں ہے بلکہ دشمن پر حملہ کر کے فتح حاصل کرنے کی کوشش کرنا بھی جہاد میں شامل ہے

بیت المقدس فلسطین، کشمیر اور افغانستان جہاد سے آزاد ہوں گے نہ کہ تیز تحریریں، لچھے دار تقریروں اور کاغذی قرار دادوں سے

اعداء اسلام کے مقابلے میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ اولاً دین کی نافرمانی کے تمام دروازے بند کر دیے جائیں۔ ثانیاً:۔ عالم اسلام کی مشترکہ فوجی کمان قائم کی جائے۔ عالم اسلام اور پاکستان کو ایٹمی قوت بنایا جائے۔ ثالثاً:۔ ہر شہری کو لازمی فوجی تربیت دی جائے

من انصاری الی اللہ

الداعی الی الجہاد

احمد سعید لدھیانوی کنوینر جماعت مجاہدین پاکستان

مرکزی دفتر:۔ نزد جامعہ مدنیہ گٹ والا چک ۱۹۹ رکھ برانچ شیخوپورہ روڈ فیصل آباد